بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسائیکلوپیڈیا

اسلامی معلومات

(سوالاً — جواباً)

○

مؤلف

پروفیسر رفیع اللہ شہاب

ناشر	خواجہ عبدالجبّار
ترتیب و تزئین	عبدالستار
سرورق	اسلم کمال
خوش نویس	سرفراز احمد رزاقی
پرنٹرز	طور پرنٹنگ کارپوریشن لاہور
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۲۴ روپے 40/-

انتساب

اُن بچوں اور
نوجوانوں کے نام
جو
اپنی زندگیاں اسلامی
تعلیمات کے مُطابق سنوارنا
چاہتے ہیں۔

مشمولات

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	تعارف	۷
۲	انسان اشرف المخلوقات ہے	۱۱
۳	اسلام کیا ہے	۱۵
۴	اللہ تعالیٰ پر ایمان	۲۲
۵	اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان	۲۹
۶	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۸
۷	ختم نبوت پر ایمان	۵۷
۸	درود شریف کی صحیح عبارت	۶۰
۹	اسلام سے پہلے کی آسمانی کتابیں	۶۳
۱۰	قرآن اور احادیث نبوی	۷۰
۱۱	قیامت	۸۳
۱۲	فرشتوں پر ایمان	۸۶
۱۳	اسلام اور علم	۸۹
۱۴	کفر اور شرک	۹۳

۱۵	عبادات	۹۷
۱۶	نماز پڑھنے کا طریقہ	۱۰۰
۱۷	فرض نماز اور نفل نماز	۱۰۸
۱۸	روزہ اور اعتکاف	۱۱۷
۱۹	زکوٰۃ اور نظامِ زکوٰۃ	۱۲۴
۲۰	حج مسلمانوں کی عالمی کانفرنس	۱۳۵
۲۱	عائلی زندگی کے بارے میں ہدایات	۱۴۵
۲۲	رِزقِ حلال اور سُود	۱۵۴
۲۳	اخلاقی بُرائیوں کا خاتمہ	۱۵۹
۲۴	اِسلام کا نظامِ معیشت	۱۶۷
۲۵	کھانے پینے کے آداب	۱۷۵
۲۶	چلنے پھرنے کے آداب	۱۷۹
۲۷	اِسلامی حقوق	۱۸۲
۲۸	اِسلام کا نظامِ حکومت	۱۸۶
۲۹	اِسلامی حدود (سزائیں)	۱۹۱
۳۰	اِسلامی قانون	۱۹۹

۳۱	اِسلام کا قانونِ وراثت	۲۰۵
۳۲	والدین کے حقوق	۲۰۸
۳۳	عورتوں کے حقوق	۲۱۱
۳۴	رِشتہ داروں کے حقوق	۲۱۷
۳۵	پڑوسیوں اور بیماروں کے حقوق	۲۲۰
۳۶	غیر مسلموں کے حقوق	۲۲۴
۳۷	جانوروں سے سلوک	۲۲۷
۳۸	اِسلام کا عدالتی نظام	۲۳۱
۳۹	جہاد اور مرتبۂ شہادت	۲۳۷
۴۰	تبلیغِ دین	۲۴۱
۴۱	جنّت اور دوزخ	۲۴۵
۴۲	اِجتہاد	۲۵۰
۴۳	اِسلام اور توہم پرستی	۲۵۴
۴۴	اِسلامی مہینے	۲۵۷
۴۵	اِسلامی تہوار	۲۶۱
۴۶	اِسلامی دُعائیں	۲۶۵
۴۷	مذہبی القاب	۲۶۹

تعارف

مسلمان نوجوانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعارف کرانے کی غرض سے راقم نے کچھ عرصہ پہلے ایک مختصر سی کتاب تیار کی تھی۔ یہ کتاب بچوں اور نوجوانوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے سوالاً جواباً لکھی گئی تھی کیونکہ اس طرح ہمارے نوجوان خاص کر سکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم طالب علم بات کو آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ اس لیے میری اس کوشش کو پسند کیا گیا اور بعض حلقوں کی جانب سے مطالبہ کیا گیا کہ دوسری تمام اسلامی تعلیمات کے بارے میں ایسی ہی ایک کتاب مرتّب کی جائے!

اسلامی معلومات کا موضوع اہم اور عام ہے اس لیے اس موضوع پر کتابوں کی کمی نہ تھی۔ راقم نے ان میں کوئی مزید اضافہ مناسب

نہ سمجھا لیکن جب زیادہ اصرار ہوا تو راقم نے پہلے سے موجود کتابوں پر ایک نظر ڈالی تو ان کتابوں میں کوئی نہ کوئی کمی محسوس ہوئی۔ چنانچہ اس موضوع پر ایک نئی مستند کتاب کا اضافہ غیر ضروری دکھائی نہ دیا۔ راقم نے سیرتِ رسولؐ کے خطوط پر یہ کتاب بھی مرتّب کرنی شروع کر دی۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے بارے میں تقریباً تمام ایسے عنوانات پر معلومات جمع کر دی گئی ہیں جن سے ہمارے نوجوانوں اور عام آدمیوں کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ امید ہے کہ میری یہ حقیر سی کوشش نوجوانوں اور عام آدمیوں کو اسلامی تعلیمات کے بارے میں صحیح رہنمائی مہیا کرے گی۔

سیرۃ الرسولؐ کو "صادق پبلی کیشنز" نے بڑی خوبصورتی سے معیاری انداز میں شائع کیا ہے اور طباعت میں بھی نوجوانوں کی نفسیات کا خاص خیال رکھا ہے! امید ہے کہ وہ اس کتاب کو بھی اسی معیار پر پیش کریں گے!

رفیع اللہ شہاب

مُستند کتاب

بچّوں کے لیے کوئی کتاب لکھنا جتنا آسان ہے اتنا ہی مشکل اور ذمہ داری کا کام بھی ہے۔ آسان اس لیے ہے کہ اس میں سادہ معلومات کو سادہ زبان میں پیش کرنا ہوتا ہے اور مشکل اِس لیے کہ اس میں معلومات کی صحت کو ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہوتا ہے، بچے کے ذہن میں اگر کوئی غلط بات بیٹھ جائے تو اس کی تصحیح پختہ عمر میں پہنچنے کے بعد بھی مشکل سے ہو پاتی ہے۔ معصوم اور ناپختہ ذہن قارئین کے مقابلے میں بڑی عمر کے پختہ ذہن قاری اپنی سابقہ معلومات کی روشنی میں پڑھتے ہوتے از خود اس کی تصحیح کر لیتے ہیں۔ پروفیسر رفیع اللہ شہاب صاحب چونکہ ایک محقق عالم ہیں اور معاشرے میں مسلّمہ دینی باتوں کو بھی تحقیق کی چھلنی میں سے چھان لینے کے بعد ہی قبول کرتے ہیں اور چھان بورے کو ایک طرف اٹھا کے رکھ دیتے ہیں اِس لیے بچّوں کے مطالعے کے لیے ان کے قلم سے نکلی ہوئی تحریریں زیادہ مستند اور مفید ہیں۔ ویسے بھی اپنی تحقیقات کے نتائج کو بچّوں کے سامنے پیش کرنا زیادہ سود مند کام ہے کیونکہ بڑوں نے تو سابقہ تعصّبات کی عینک سے ان کو دیکھنا ہوتا ہے لہٰذا وہ ان کو قبول کرنے میں عام طور پر ہچکچاہٹ ہی محسوس کرتے ہیں۔

پروفیسر موصوف نے اپنی زیرِ نظر کتاب "انسائیکلو پیڈیا اسلامی معلومات" میں دینِ اِسلام کی سادہ باتوں کو سادہ انداز میں اور سوالاً جواباً کے اُسلوب میں پیش کیا ہے۔ اسلام سے متعلق تمام بنیادی اور اہم باتوں کو اِس چھوٹی سی کتاب میں سمو لیا ہے۔ اسلام تو یہی ہے، اسکے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب تفسیر و تشریح ہے۔ بچّوں کے علاوہ بڑے بھی اگر تمام بنیادی اِسلامی معلومات سے واقفیت حاصل کرنا چاہیں تو یہ کتاب کافی ہے اور یہ انہیں اُردو میں لکھی گئی دیگر سب کتابوں سے بے نیاز کردے گی۔

(پروفیسر خان محمد چاولہ) شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج لاہور

گراں قدر اضافہ

تمام دیگر شعبہ ہائے علوم کی طرح مذہب بھی اپنے تفصیلی مطالعے کی کئی سطحیں رکھتا ہے۔ اگر ایک سطح اعلیٰ پائے کے مدبر اور مفکر حضرات کی ہوتی ہے تو ایک دوسری سطح عوام النّاس اور ابتدائی مدارج کے لوگوں کی بھی ہوتی ہے۔ اِس دوسری سطح میں بچوں اور چھوٹی جماعتوں کے طالب علموں کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔

پروفیسر رفیع اللہ شہاب صاحب نے ابتدائی مرحلے کی دینی تعلیمات کے ضمن میں ایک انتہائی اشد ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اسلام کی بنیادی تعلیمات کا ایک ایسا جامع مواد فراہم کر دیا ہے جو سوالاً جواباً ہونے کی وجہ سے آسان فہم اور زود اثر ہے۔

پروفیسر رفیع اللہ شہاب صاحب کا اصل میدان اسلامی فقہ ہے جس میں انہوں نے جدید دَور کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلام کو قانون کے میدان میں قابلِ عمل ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔ ہمارے انگریزی دان طبقے نے پروفیسر موصوف کے پیغام کی اپیل کو بڑی حد تک قبول کیا ہے۔ اِس لحاظ سے ان کے اصل مخاطب نو پاکستان اور عالمِ اسلام کے اعلیٰ پائے کے مفکر ہیں لیکن بچوں کے لیے اسلامی پیغام کو سادہ اور دلنشیں پیرائے میں پیش کر کے انھوں نے اپنی قلمرو میں ایک گراں قدر اضافہ کیا ہے۔

دین سے بیزاری کے اِس دَور میں اُنکی اس کاوش سے مُثبت نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے کیونکہ انھوں نے ابتدائی تعلیمات کے اس مجموعے میں کئی ایسے مسائل کا حل بھی اجمالاً سمو دیا ہے جسے پا کر جدید ذہن کی مضطرب کیفیت میں کمی واقع ہوگی۔

رفیق محمدؐ

انسان
اشرف المخلوقات ہے

س: اسلام میں انسان کا تصوّر کیا ہے؟

ج: اسلام میں انسان کو سب سے اعلیٰ مخلوق تصوّر کیا جاتا ہے اسلیے اسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کو اسی نام سے موسوم کیا ہے۔

س: انسان کے اس مقام کا ذکر قرآن مجید کی کون سی سورت میں ہے؟

ج: انسان کے اس مقام کا ذکر قرآن مجید کی سورت "بنی اسرائیل" کی آیت نمبر ۷۰ میں ہے جہاں ارشاد ہے کہ:

"ہم نے انسان کو بزرگی دی اور اپنی مخلوق پر اسے فضیلت دی!"

س: انسان اشرف المخلوقات، کا درجہ کب حاصل کرتا ہے؟

ج: انسان جب اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق گزارتا ہے تو وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔

س: انسان، اللہ تعالیٰ کے احکامات کہاں سے حاصل کر سکتا ہے؟

ج: انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ سے حاصل کر سکتا ہے۔

اسلام میں یہ دونوں علم کے بڑے ذرائع ہیں جن کی تفصیلات آئندہ صفحات میں پیش کی جائیں گی۔

س: انسان جب اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارے گا تو اسے کیا کچھ حاصل ہو گا؟

ج: ایسی زندگی گزارنے کے بعد اسے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے یہ وعدہ کر رکھا ہے:

خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔

"جو کچھ ہم نے اس زمین میں پیدا کیا ہے وہ سب، انسانوں کے لیے ہے، بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں"۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشرف المخلوقات انسان کی کیا نشانی بیان فرمائی ہے؟

ج: اس بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ سب سے اچھا انسان وہ ہے جو

دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

س: دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچانے کی بنیادی شرط کیا ہے؟

ج: دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچانے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے کی عزت کریں اور احترام کی نظر سے دیکھیں۔

س: اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کیا ہدایت فرمائی؟

ج: آپؐ نے آخری حج کے موقع پر مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے تلقین فرمائی کہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے تھے ـــــ اس طرح ان پر یہ واضح کیا کہ پیدائش کے لحاظ سے ان میں کوئی دوسرے پر برتر نہیں۔

س: عرب کے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے سے انہیں اس لڑائی سے بچنے کے لیے کونسی مؤثر مثال بیان فرمائی؟

ج: عرب کے لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی خانہ کعبہ کا احترام کرتے تھے۔ آپؐ نے عربوں سے کہا کہ تم ایک دوسرے کا ایسے ہی احترام کرو جیسے تم خانہ کعبہ کا احترام کرتے ہو۔

س: بعض شعراء نے انسان کی آدمیت کا احترام کرانے کے لیے انسانی

دل کو خانہ کعبہ سے تشبیہ دی ہے۔ یہ تشبیہ خلافِ اسلام تو نہیں؟

ج: شعراء نے یہ تشبیہ اُوپر والے ارشاد کی روشنی میں بیان کی ہے۔ اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں۔

اسلام کیا ہے؟

س: اسلام کے معنی کیا ہیں؟

ج: اسلام کے معنی عربی زبان میں اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں اور دینِ اسلام سے مراد اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور اس کے احکامات کی فرمانبرداری ہے۔

س: دینِ اسلام کا نام "اسلام" کیوں رکھا گیا؟

ج: کیونکہ دینِ اسلام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرنا ہے اس لیے اس کا نام اسلام رکھا گیا۔

س: دینِ اسلام کے ماننے والے کیا کہلاتے ہیں؟

ج: دینِ اسلام کے ماننے والے مسلمان کہلاتے ہیں۔

س: کسی شخص کو کب مسلمان کہا جاسکتا ہے؟

ج: جب وہ شخص اسلام کے بنیادی عقاید پہ ایمان لے آئے تو وہ مسلمان کہلاتا ہے۔

س: اسلام کے بنیادی عقاید کونسے ہیں؟

ج: اسلام کے مندرجہ ذیل پانچ بنیادی عقاید ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایمان

۲۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان اور یہ کہ ان میں آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۳۔ جملہ آسمانی (الہامی) کتابوں پر ایمان لانا جن میں آخری قرآن مجید ہے۔

۴۔ قیامت کے دن پر ایمان لانا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا۔

س: ان پانچ بنیادی عقاید کا خلاصہ کون سے الفاظ میں جاتا ہے؟

ج: ان کا خلاصہ صرف ایک کلمہ میں آجاتا ہے اور وہ یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اسلامی تعلیمات میں اس کلمہ کو کلمہ طیبّہ کہتے ہیں اور یہی کلمہ طیبّہ زبان اور دل سے ادا کر کے کوئی بھی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔

س: کلمہ طیبّہ کے کیا معنی ہیں؟

ج: کلمہ طیّبہ کے معنی یہ ہیں کہ — اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت اور بندگی کے لائق کوئی نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے رسول ہیں۔

س: کوئی شخص اگر معنے سمجھے بغیر کلمہ طیّبہ پڑھ لے تو کیا وہ مسلمان بن جاتا ہے؟

ج: اس کا شمار تو مسلمانوں میں ہونے لگے گا لیکن صحیح مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کلمہ طیّبہ کے معنے اور مطلب کو اچھی طرح سمجھ لے۔

س: مومن کون ہوتا ہے؟

ج: مومن وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی صفات اور اس کے قانونِ جزا و سزا پر صدقِ دل سے ایمان و یقین رکھتا ہو۔

س: ایمان کے کیا معنی ہیں؟

ج: ایمان کے معنی جاننے اور ماننے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرنا اور اس پر صدقِ دل سے عمل کرنا۔

س: کیا ایمان کے بغیر کوئی انسان مسلمان نہیں بن سکتا؟

ج: نہیں۔ ایمان کے بغیر کوئی انسان مسلمان نہیں بن سکتا۔

س: کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے؟

ج: جی ہاں۔ صحیح مسلمان بننے کے لیے علم حاصل کرنا بڑا ضروری ہے۔

س: کلمہ طیبہ کے معانی میں جو عبادت کا لفظ آیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کی عبادت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنی تمام زندگیاں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بسر کریں اور اس بارے میں کسی دوسری ہستی کو اس کی ذات میں شریک نہ کریں۔

س: اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مقابلے میں اپنی مرضی کو فوقیت دیتا ہے تو اس کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

ج: ایسا شخص اپنی خواہشات کو معبود بنا لیتا ہے اور اس طرح وہ شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے جو اسلام میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

س: شرک سے کیا مراد ہے؟

ج: شرک سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی دوسری ہستی یا چیز کو شریک کر دینا ہے۔
زمانۂ قدیم کے لوگ انبیاء اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں شریک بنا دیتے تھے۔ آج کے بعض جہلاء اولیاء اللہ کے بارے میں ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسا عقیدہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

س: جو لوگ شرک کے مرتکب ہوتے ہیں انہیں کس نام سے پہچانا

جاتا ہے؟

ج: انہیں مشرک کہا جاتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے بُری مخلوق ہے۔

س: شرک سے کس طرح بچا جا سکتا ہے؟

ج: صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے لو لگانے سے ہی مسلمان اپنے آپ کو شرک سے بچا سکتے ہیں۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کریں۔

س: اللہ تعالیٰ کی رضا کس طرح معلوم کی جا سکتی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کی رضا قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطالعہ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

س: خود اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسلام کو اپنی ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔

س: اسلام کی وہ کونسی تعلیمات ہیں جو اس کے بنیادی ستون کہلاتی ہیں؟

ج: مندرجہ ذیل پانچ چیزیں اسلام کے بنیادی ستون کہلاتی ہیں:

۱۔ کلمۂ طیبہ

۲۔ نماز

۳۔ زکوٰۃ

۴۔ روزہ اور

۵۔ حج

س: اسلام کی ان بنیادی تعلیمات کے ذریعے کیا مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں؟

ج: ان تعلیمات کے ذریعے ایسے مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں جو تمام انسانیت کے لیے نفع بخش ہوں۔

س: کیا اسلام کی تمام تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے یا اس کی چند تعلیمات پر عمل کرنے والا بھی مسلمان کہلائے گا؟

ج: جی نہیں۔ اسلام کی تمام تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک یہ ہے کہ:

"تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ"۔

اور جو صرف چند تعلیمات پر عمل کرتا ہے اسے شیطان کا پیروکار قرار دیا ہے جو مسلمانوں کا کھلا دشمن ہے۔

س: کیا لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا جا سکتا ہے؟

ج: اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔ اس بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔

یعنی "دینِ اسلام میں کوئی جبر نہیں"

جو اس میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ اس کی تعلیمات کی صداقت پرکھ کر اس دین میں داخل ہو۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان

س: اسلام کا سب سے بڑا بنیادی عقیدہ کیا ہے؟

ج: اسلام کا سب سے بڑا بنیادی عقیدہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔

س: اسلام میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف کس طرح کرایا گیا ہے؟

ج: اسلام میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہیں جنھوں نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا بنایا ہوا ہے۔

س: کیا اللہ تعالیٰ کو دیکھا جا سکتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کو اِن دنیاوی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا البتہ جانا جا سکتا ہے۔

س: اللہ تعالیٰ کو کس طرح جانا اور پہچانا جا سکتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات اور کاموں سے جانا اور پہچانا جا سکتا ہے۔

س: وہ کون سی صفات ہیں جن سے ہم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہیں ؟

ج: اللہ تعالیٰ کی سینکڑوں صفات ہیں لیکن بعض صفات ایسی ہیں جن کا ہر وقت ، ہر شخص مشاہدہ کرتا ہے ۔ یہ صفات خالقیت ، ربوبیت ، رحیمیت ، مالکیت اور غفاریت وغیرہ ہیں۔

س: اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت سے کیا مراد ہے ؟

ج: صفتِ خالقیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہانِ دنیا کو پیدا کیا ۔ انسان اور دوسری تمام مخلوق اس کی صفتِ خالقیت کے نتیجے میں وجود میں آئی ۔ یہ ایسا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا ۔

س: اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت سے کیا مراد ہے ؟

ج: اس صفت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ ہماری پیدائش کے بعد ہماری پرورش اور نشو و نما کا سامان بھی مہیّا فرما دیا ۔

س: اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحیمیت کے کیا معنی ہیں ؟

ج: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی انسان محض اپنی طاقت اور لیاقت کے بل بوتے پر ترقی نہیں کر سکتا بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ ہے ۔ انسانی محنت ناقص ہے جس کی تکمیل اللہ کی رحمت سے ہوتی ہے ۔

س: اللہ تعالیٰ کی صفتِ مالکیت کے کیا معنی ہیں؟

ج: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے مالک ہیں۔ اس دنیا کے تمام انسانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے، ان کے درمیان انصاف کریں گے۔ جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے انہیں جنّت میں جگہ دیں گے اور جن لوگوں سے ناراض ہوں گے ان کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔

س: اللہ تعالیٰ کی صفتِ غفاریت کا ظہور کس وقت ہوتا ہے؟

ج: ناسمجھی کی وجہ سے ہم بہت سے قصور کر جاتے ہیں جن کی ہمیں سزا ملنی چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ غفاریت کی وجہ سے ہمارے اس قسم کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔

س: کیا اللہ تعالیٰ کا تخت آسمانوں سے اوپر ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کی ذات صرف آسمانوں تک محدود نہیں۔ وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔ بلکہ وہ تو انسان کی شہ رگ سے بھی، اس کے زیادہ قریب ہے اور وہ ہر وقت ہمیں دیکھ رہا ہے۔

س: کیا ہم اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں چھپا سکتے؟

ج: نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں چھپا سکتے کیونکہ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

س: اللہ تعالیٰ کس قسم کے لوگوں سے ناراض ہوتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے، جو بُرے کام کرتے ہیں، ناراض ہو جاتا

ہے۔

س : اللہ تعالیٰ، ان گنہ گار لوگوں سے کب خوش ہوتے ہیں؟

ج: جب یہ لوگ سچے دل سے توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو جاتے ہیں۔

س: توبہ کس طرح کی جاتی ہے؟

ج : دل سے پکّا عہد کیا جاتا ہے کہ پھر دوبارہ کوئی بُرا کام نہیں کیا جائے گا۔

س: اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب کون لوگ ہوتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب متقی لوگ ہوتے ہیں۔

س: متقی کے کیا معنی ہیں؟

ج: یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو بُرائیوں سے بچاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔ وہ ذرّہ بھر بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام نہیں کرتے۔ ان کے دل و دماغ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے۔

س: ہم اللہ تعالیٰ کی یاد، اپنے دل و دماغ میں کیسے قائم کر سکتے ہیں؟

ج : اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے عبادات کا نظام قائم فرما دیا ہے جن کو پابندی سے ادا کرنے سے ہم اپنے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی یاد قائم کر سکتے ہیں۔

س: کیا مخلوق میں کوئی اللہ تعالیٰ کی برابری کر سکتا ہے؟

ج: کوئی بھی مخلوق اللہ تعالیٰ کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر نہیں ہے"۔

س: کیا دنیا کی ہر شے فنا ہو جائے گی اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہ جائے گی؟

ج: جی ہاں۔ اس دنیا میں اللہ کے سوا، ہر شے فنا ہونے والی ہے۔

س: اسم "اللہ" کی سب سے بڑی خصوصیت کیا ہے؟

ج: سب سے بڑی خصوصیت تو یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری ہستی کے لیے نہیں بولا جاتا پھر اگر اس لفظ کا ایک ایک حرف بھی الگ کر دیں تو مفہوم نہیں بدلتا مثلاً الف دور کر دیں تو للہ باقی رہ جاتا ہے۔ پہلا لام دور کر دیں تو الہ باقی رہ جاتا ہے۔

س: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام کتنی مرتبہ ذکر ہوا ہے؟

ج: قرآن مجید میں ۲۶۹۷ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات آیا ہے۔

س: اگر کوئی دوسری ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں شریک ہوتی تو اس کا کیا نتیجہ نکلتا؟

ج: قرآن مجید کی سورت "الانبیاء" میں ہے کہ:

"اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کا کوئی دوسرا شریک ہوتا تو

یہ برباد ہو جاتے۔

س: کیا اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے؟

ج: جی نہیں۔

قرآن مجید میں اس کی نفی ان الفاظ سے کی گئی ہے:

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ (اخلاص: ۳)

ترجمہ: "نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔"

س: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری ہستی غیب کا علم جانتی ہے؟

ج: جی نہیں۔ قرآن مجید میں اس بارے میں متعدد مقامات پر واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی غیب کا علم نہیں جانتا۔

س: اللہ تعالیٰ کو کن ناموں سے پکارا جائے؟

ج: اس بارے میں قرآن مجید میں یہ رہنمائی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اچھے ناموں سے پکارا جائے۔ ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى

"اور اللہ تعالیٰ کو اس کے اچھے ناموں سے پکارو۔"

س: اللہ تعالیٰ کے اچھے نام کتنے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات ہیں اتنے ہی اس کے نام ہیں۔ عام مسلمانوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کی تعداد ۹۹ ہے جبکہ بعض صوفیاء نے تین صد سے زیادہ نام شمار کیے ہیں۔

س: اللہ تعالیٰ کے اسماء کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کی دو قسمیں ہیں:

۱- جلالی: جیسے الجبّار۔ القہّار وغیرہ

۲- جمالی: جیسے الرّحیم۔ الکریم۔ الحلیم وغیرہ۔

س: مسلمانوں کو کہاں کہاں اللہ تعالیٰ کا نام یاد رکھنا چاہیے؟

ج: مسلمان جب بھی کوئی کام کریں وہ اللہ کا نام لیں اور اس مقصد کے لیے ایک مختصر سا عربی جملہ ہے جسے مسلمان کوئی کام کرتے وقت پڑھتے یا لکھتے ہیں۔

س: وہ عربی جملہ کیا ہے اور اس کا ترجمہ کیا ہے؟

ج: وہ عربی جملہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اور اس کا ترجمہ ہے:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان ہے"۔

س: کیا اللہ تعالیٰ کا کسی خاص قوم، وطن یا نسل سے کوئی رشتہ ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کا کسی بھی مخصوص قوم، وطن یا نسل سے کوئی خصوصی رشتہ نہیں۔ وہ سب انسانوں کا پیدا کرنے والا اور ان کے لیے ربوبیت کا سامان بہم پہنچانے والا ہے۔

اللہ تعالٰی کے رسُولوں پر ایمان

س: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کس طرح حق کا راستہ دکھاتا ہے؟

ج: اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی طرف رسول بھیجے جاتے ہیں جنہیں نبی اور پیغمبر بھی کہا جاتا ہے۔

س: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو اپنے رسول ہونے کا اعزاز بخشتا ہے؟

ج: اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے نیک ترین بندوں کا انتخاب کرتا ہے جو حق کی دعوت دینے کے لیے اپنی زندگی کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔

س: اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی پہچان کس طرح ہوتی ہے؟

ج: ان کی عملی زندگی، ان کے دعوٰیِ نبوّت کا ثبوت ہوتی ہے اور چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی باتیں ہم تک پہنچاتے ہیں اس لیے ہر صاف دل انسان ان کے سچا ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

س: دنیا میں انبیاء کی آمد کا سلسلہ کب سے شروع ہوا؟

ج: یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔

س: کون کون سے مشہور پیغمبر گزرے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ کے ہزاروں مشہور پیغمبر گزرے ہیں۔ بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار تھی، تاہم قرآن مجید میں مندرجہ ذیل انبیاء کا ذکر بار بار آتا ہے:

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام

بعض مفسرین کے نزدیک حضرت آدمؑ انسانِ اوّل تھے۔ آپ پیغمبر یا نبی نہیں تھے۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

۴۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام

۵۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام

۷۔ حضرت لوط علیہ السلام

۸۔ حضرت یونس علیہ السلام

۹۔ حضرت ایوب علیہ السلام

۱۰۔ حضرت سلیمان علیہ السلام

۱۱۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام
۱۲۔ حضرت ہود علیہ السلام
۱۳۔ حضرت صالح علیہ السلام
۱۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام
۱۵۔ حضرت داؤد علیہ السلام
۱۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
۱۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۱۸۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

س: کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں؟ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا؟

ج: جی ہاں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے آپؐ نبی آخرالزماں کہلاتے ہیں۔

س: حضرت نوح علیہ السلام کس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے؟

ج: بعض مفسرین کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام پہلے نبی تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اس وقت کی آباد دنیا میں پھیلی تو ان کے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو گیا اور ان کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف بھیجا۔

س: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کتنے عرصے تک تبلیغ فرمائی؟

ج: آپ نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ فرمائی لیکن صرف چند لوگ ہی آپ پر ایمان لائے۔ ایمان لانے کی بجائے وہ آپ کو پریشان کرنے لگے تو آپ نے انہیں عذابِ الٰہی کی بد دعا دی۔

س: ان پر عذابِ الٰہی کس طرح نازل ہوا؟

ج: ان پر پانی کے ذریعے عذابِ الٰہی نازل ہوا۔ زمین سے پانی کے چشمے پھوٹے اور آسمان سے موسلا دھار بارش برسی۔ جس سے ہر طرف پانی ہی پانی جمع ہو گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک کشتی بنائی جس میں آپ اور آپ کے ماننے والوں نے سوار ہو کر جان بچائی۔

س: کیا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے خاندان کو اس عذاب سے بچا لیا تھا؟

ج: قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا ذکر ہے کہ اس نے آپ کی دعوت قبول نہ کی اور آپ کے سامنے پانی میں غرق ہو گیا۔

س: کیا نوح علیہ السلام اپنے سگے بیٹے کو بھی عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکے؟

ج: قرآن مجید میں اس بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ ان کے بیٹے کا عمل صالح نہیں تھا اس لیے حضرت نوح علیہ السلام اسے نہ بچا سکے۔

س: آجکل تو بعض لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ قبروں میں سوئے ہوئے اولیاء اللہ ان کی مرادیں پوری کرتے ہیں؟

ج: ان لوگوں کو حضرت نوحؑ کے بیٹے کی مثال سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ نبی کا بیٹا ہونے کے باوجود وہ اسے نہ بچا سکے بلکہ جب حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کے بچانے کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول نہ کی کیونکہ ان کے بیٹے کے اعمال اچھے نہیں تھے۔

س: اللہ تعالیٰ کسی قوم کو کب عذاب دیتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تک اتمامِ حجت کے لیے کسی قوم کی طرف رسول نہ بھیجا گیا اس وقت تک اس پر ہرگز عذاب نازل نہ ہوا۔

س: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء کیوں کہا جاتا ہے؟

ج: کیونکہ آپ کی اولاد میں سے بہت سے نبی پیدا ہوئے اور یہودی، عیسائی اور مسلمان سب آپ کو اللہ تعالیٰ کا سچا نبی تسلیم کرتے ہیں۔

س: قرآن مجید میں سب سے زیادہ تفصیل سے کن انبیاء کے حالات بیان ہوئے ہیں؟

ج: حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے۔

س: حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ تھا؟

ج: مؤرخین کی تحقیق کے مطابق یہ مدت دو ہزار دو سو بیالیس (۲۲۴۲) سال تھی۔

س: مفسرین کی تحقیق کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کونسے

نبی اس دنیا میں تشریف لائے؟

ج: ان کی تحقیق کے مطابق حضرت ہود علیہ السلام تشریف لائے۔ ان کے مطابق حضرت نوحؑ کے چار بیٹے تھے۔ ان میں سے یام تو طوفان میں غرق ہو گیا اور باقی تینوں یعنی سام، حام اور یافث کی اولادوں سے دنیا کے مختلف براعظموں میں مختلف اقوام پھیلیں۔ انہی میں سے ایک قوم عاد تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام کو اسی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

س: حضرت نوحؑ اور حضرت ہودؑ کے درمیان کتنی پشتوں کا فرق تھا؟

ج: روایات کے مطابق حضرت ہودؑ، حضرت نوح سے پانچویں پشت پر تھے

س: حضرت ہودؑ کی قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کا پیغام سننے سے انکار کر دیا تو ان پر کیسا عذاب نازل ہوا؟

ج: قرآن مجید کے مطابق ان پر سات دن اور آٹھ راتیں آندھی چلتی رہی۔ جس نے ساری قوم کو نیست و نابود کر دیا۔ صرف حضرت ہودؑ اور ان کے چار ہزار پیروکار زندہ بچے۔

س: حضرت ہودؑ کے بعد کون سے نبی کا ذکر ملتا ہے؟

ج: آپ کے بعد حضرت صالحؑ کا ذکر ملتا ہے۔ آپ سام بن نوحؑ کے پانچویں بیٹے ارم کی اولاد میں سے تھے۔ آپ قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے تھے جو عرب کے شمالی علاقے میں آباد تھی۔

س: حضرت صالحؑ سے آپ کی قوم نے کس معجزے کا مطالبہ کیا تھا؟

ج : روایات کے مطابق انھوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپ سچے ہیں تو سامنے والے پہاڑ سے اونٹنی پیدا کر کے دکھائیے۔

س: کیا حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کا یہ مطالبہ پورا کر دیا تھا؟

ج: حضرت صالحؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اپنی قوم کا یہ مطالبہ پورا کر دیا لیکن اس کے باوجود صرف چند لوگ ہی ایمان لائے۔ بقیہ نے آپ کے معجزے "اونٹنی" کو ذبح کرنے کا منصوبہ بنایا۔

س: قومِ ثمود پہ کیا عذاب آیا؟

ج : قرآن مجید کے مطابق ان پر بجلی کی چمک اور کڑک کا عذاب آیا اور اس نے قومِ ثمود کو تباہ و برباد کر دیا۔

س: حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے زمانوں کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟

ج: روایات کے مطابق آپ دونوں کے زمانۂ نبوّت کے درمیان صرف ایک سو برس کا فاصلہ تھا۔

س: حضرت صالحؑ کے بعد کون سے جلیل القدر پیغمبر دنیا میں تشریف لائے؟

ج: آپ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے۔ لیکن آپ کی قوم نے آپ کی دعوت پہ مطلق کان نہ دھرے بلکہ الٹا آپ کا مذاق اڑایا۔ آپ کے باپ آذر نے آپ کو دھمکی دی کہ اگر وہ بتوں کی برائی سے باز نہ آئے تو انہیں سنگسار کر دیا جائے گا۔

س: حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنی قوم کے بادشاہ نمرود کو دعوتِ حق دی تو اس کا ردِ عمل کیا تھا؟

ج: آپ کی دعوت سن کر وہ غیظ و غضب میں آگیا۔ اس نے بتوں کی توہین اور اپنے باپ دادا کے دین کی مخالفت کرنے پر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں زندہ جلانے کا حکم دیا۔

س: کیا اس آگ نے حضرت ابراہیمؑ کو جلا دیا تھا؟

ج: نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ آگ ٹھنڈی ہو گئی اور حضرت ابراہیمؑ اس آگ سے سالم اور مسکراتے ہوئے نکل آئے۔

قرآن مجید میں اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"ہم نے آگ کو حکم دیا کہ تو ابراہیمؑ کے حق میں سرد ہو جا اور سلامتی بن جا۔"

س: آپ کے اس معجزے کے بعد بھی جب آپ کی قوم نے آپ کی دعوت قبول نہ کی تو آپ نے کیا فیصلہ کیا؟

ج: آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے عراق سے ہجرت کر کے ملک شام تشریف لے گئے۔

س: حضرت ابراہیمؑ کے بعد کون سے نبی مبعوث فرمائے گئے؟

ج: آپ کے بعد حضرت اسماعیلؑ کو خلعتِ نبوت سے نوازا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویوں سے ۸ بیٹے تھے جن سے نہایت عظیم الشان خاندان اور قومیں پیدا ہوئیں اور ان میں بڑے بڑے

انبیاء کرام نے ظہور کیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ان کی بیوی ہاجرہؑ کے بطن سے تھے۔

س: حضرت ابراہیمؑ تو ملک شام چلے گئے تھے، حضرت اسمٰعیلؑ، ان کے فرزند ملک عرب میں کیسے پہنچے؟

ج: روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی بیوی ہاجرہؑ اور اس کے شیر خوار بچے حضرت اسمٰعیلؑ کو اس مقام پر چھوڑ گئے تھے جہاں آج کل خانہ کعبہ کی عمارت ہے۔ اُس وقت یہ جگہ ویران اور غیر آباد تھی۔

س: خانہ کعبہ کی تعمیر کس نے کی تھی؟

ج: خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے ساتھ مل کر کی تھی۔

س: حضرت ابراہیمؑ اپنے کون سے بیٹے کی قربانی پیش کرنے لگے تھے؟

ج: عام روایات کے مطابق وہ آپ کے دوسرے بیٹے حضرت اسحٰقؑ تھے۔ لیکن حضرت اسحٰقؑ، حضرت اسمٰعیلؑ سے تیرہ برس چھوٹے تھے اس لیے اس نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی پیش کرنی چاہی۔

س: جب خانہ کعبہ تعمیر ہو گیا تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے کیا دعا مانگی؟

ج : قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کے مطابق آپ حضراتؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ :

"اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے"۔

س : حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد نبوّت کی سعادت کسے حاصل ہوئی؟

ج : آپ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ آپ کی تربیت حضرت ابراہیمؑ ہی نے کی تھی۔

س : حضرت لوطؑ جس قوم کی طرف ارسال کیے گئے تھے، ان کی اخلاقی حالت کیا تھی؟

ج : حضرت لوطؑ نے سدوم شہر میں قیام کر کے، اپنی قوم کو دعوت دی لیکن آپ کی قوم میں نہ صرف یہ کہ ہر قسم کے عیوب و فواحش پائے جاتے تھے بلکہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کی بجائے مردوں اور لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔

س : حضرت لوطؑ کی قوم پر کس طرح کا عذاب آیا؟

ج : جب ان کی قوم میں بدکاری عروج پر پہنچ گئی تو ان پر آسمان سے عذاب نازل کیا گیا جس سے ان کی بستیاں تہ و بالا ہو گئیں۔

س : پیغمبروں میں حضرت اسحٰقؑ کا کیا مرتبہ تھا؟

ج : آپ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند اور حضرت اسمٰعیلؑ کے چھوٹے بھائی تھے آپ اس نسبت سے ایک عظیم پیغمبر ہیں کہ آپ کے بعد بنی اسرائیل میں

جتنے پیغمبر گئے وہ سب کے سب آپ کے خاندان اور نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

س: آپ کی اولاد میں سے کون سے بزرگ نبوت سے سرفراز ہوئے تھے؟

ج: حضرت اسحٰقؑ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ آپ نے تمام زندگی فلسطین میں گزاری تھی۔ آپ کے بعد نبوت آپ کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملی۔

س: حضرت یعقوبؑ کے کتنے بیٹے تھے اور نبوت کا تاج ان میں سے کس کے سر پر رکھا گیا؟

ج: حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے لیکن نبوت کا تاج آپ کے چھوٹے بیٹے یوسف علیہ السلام کے سر پر رکھا گیا۔

س: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

ج: آپ کے بھائی آپ کو جنگل میں سیر کرانے کے بہانے لے گئے اور وہاں ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دیا اور اپنی عیاری کو چھپانے کی خاطر آپ کے تن کے کپڑوں پر بکری کا خون لگا لائے اور گھر آ کر یعقوبؑ سے کہا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

س: حضرت یوسفؑ پر اندھے کنوئیں میں کیا گزری؟

ج: ایک قافلے والوں نے آپ کو اس کنوئیں سے نکالا اور غلام بنا کر مصر میں

لے جاکر فروخت کر دیا۔

س: کیا مصر میں آپ نے غلاموں کی زندگی بسر کی یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند مرتبہ عطا کیا؟

ج: جس عزیزِ مصر نے آپ کو خریدا، اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیے اس نے آپ کو اپنے بچوں کی طرح پالا ـــــ اس کی بیوی کی نیّت آپ پر بد ہو گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی مکاری اور عیاری سے بچا لیا۔

س: حضرت یوسف علیہ السلام کس طرح مصر میں درجۂ اقتدار کو پہنچے؟

ج: عزیزِ مصر کی بیوی کی مکاری کی وجہ سے آپ کو جیل کی ہوا کھانی پڑی وہاں آپ خوابوں کی تعبیر بیان کرنے کے لیے مشہور ہوئے تو عزیزِ مصر نے اپنے ایک پریشان کن خواب کی تعبیر کے لیے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور آپ کی تعبیر اسے اتنی پسند آئی کہ اس نے حکومت کے تمام معاملات آپ کو سونپ دیے۔ جنہوں نے اپنے حسنِ انتظام سے مصر کو قحط میں تباہ ہونے سے بچا لیا۔

س: حضرت یوسفؑ کے بعد کس نبی کا ذکر ملتا ہے؟

ج: آپ کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ملتا ہے۔ آپ بھی حضرت اسحٰقؑ ہی کی اولاد سے تھے۔ آپ حضرت یوسفؑ کے بیٹے کے داماد تھے۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ آپ کے پاس ۳ ہزار گھوڑے، اتنے ہی

اونٹ، ایک ہزار بکریاں اور ۷ ہزار بھیڑیں تھیں۔

س: اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس طرح آزمائش میں ڈالا؟

ج: قرآن مجید میں اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ آپ کا تمام سامان تباہ ہو گیا لیکن آپ نے اُف تک نہ کی۔

قرآن مجید میں آپ کے طرزِ عمل کو صبر و شکر کی مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

س: جب آپ ہر قسم کی آزمائش میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیا انعام فرمایا؟

ج: آپ کا اجڑا ہوا گھرانہ دوبارہ بسا دیا اور آپ کا جتنا مال و دولت تباہ ہو گیا تھا، دوبارہ دے دیا۔

س: حضرت ایوبؑ کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نبی بنائے گئے۔ آپ نے اپنی قوم کی کس خرابی کو دور کرنے کی کوشش کی تھی؟

ج: آپ کی قوم تاجروں پر مشتمل تھی جو تجارت میں ہیر پھیر کرتی تھی۔ لوگوں کو کم مال دیتی تھی۔ آپ نے انہیں پورا تولنے کی تلقین فرمائی۔

س: کیا آپ کی قوم "مدین" نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا تھا؟

ج: آپ کی قوم نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا اس لیے اس پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔

س: اس قوم پر جو عذاب آیا، قرآن مجید میں اسے کن الفاظ میں

بیان کیا گیا ہے؟

ج: سورۃ الاعراف کی آیات ۹۱ اور ۹۲ میں ہے کہ:
آپ کی قوم کو بھونچال نے آپکڑا۔ اس حالت میں کہ اس قوم کے لوگ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے
جن لوگوں نے حضرت شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہ ایسے برباد ہوئے کہ گویا وہ وہاں کبھی بستے ہی نہیں تھے۔ غرض جنھوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہ خسارے میں رہے۔

س: قرآن پاک میں انبیاء کی جو ترتیب ملتی ہے اس کے مطابق حضرت شعیبؑ کے بعد کس پیغمبر کا نام نامی آتا ہے؟

ج: آپ کے بعد حضرت موسیٰؑ کا نام آتا ہے جنہیں اللہ تعالےٰ نے فرعون کی غلامی سے بنی اسرائیل کی رہائی کی اہم خدمات کے لیے منتخب کیا۔

س: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہاں پرورش پائی؟

ج: مصر کے حکمران فرعون کو نجومیوں نے آگاہ کیا تھا کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک لڑکا، اس کی حکومت کے زوال کا باعث ہوگا چنانچہ اس نے بنی اسرائیل کے تمام نومولود بچوں کو قتل کرانا شروع کیا۔ آپ کی والدہ نے اس خوف سے آپ کو صندوق میں بند کر کے سمندر میں بہا دیا۔ یہ صندوق تیرتے تیرتے فرعون کے محل کے کنارے آلگا اور اسطرح آپ نے فرعون کے شاہی محل میں پرورش پائی۔

س: فرعون کی بیوی، جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش

کی تھی، کا اسم مبارک کیا تھا؟

ج: آپ کا اسم مبارک حضرت آسیہؓ تھا۔

س: جوان ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے کیوں بھاگنا پڑا تھا؟

ج: آپ نے جوان ہو کر دیکھا کہ آپ کی قوم بنی اسرائیل پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ چنانچہ جب ایک مرتبہ انھوں نے اپنی قوم کے ایک شخص پر ظلم ہوتے دیکھا تو آپ نے ظلم کرنے والے کو ایک ایسا مکا مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا اور آپ خوف کے مارے مصر سے بھاگ گئے۔

س: مصر سے نکل کر آپ کہاں پہنچے؟

ج: آپ مصر سے نکل کر مدین کے علاقے میں پہنچے، جہاں حضرت شعیبؑ رہتے تھے۔ انہوں نے آپ کو حوصلہ دیا اور اپنی ایک بیٹی صفورہ کی آپ سے شادی کر دی۔

س: حضرت موسیٰؑ کو نبوت کب عطا ہوئی؟

ج: جب آپ مدین سے واپس آرہے تھے تو راستے میں کوہِ طور پہ جب آپ آگ لینے پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا کی اور آپ کے سپرد بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کا کام سونپا گیا۔

س: جب آپ نے فرعون کے دربار میں اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا تو فرعون نے اس کا کیا جواب دیا؟

ج: فرعون نے حق بات تسلیم کرنے کی بجائے آپ پہ جادوگر ہونے کا الزام

لگا یا اور آپ کے مقابلے کے لیے جادوگروں کو اکٹھا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

س: کیا جادوگر آپ پر غالب آگئے تھے؟

ج: جادوگروں نے اپنے جادو کا پورا زور لگایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ان کی ایک نہ چلی جس سے انہیں یقین ہو گیا کہ موسیٰؑ جادوگر نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں اس لیے وہ فوراً آپ پر ایمان لے آئے۔

س: اس ناکامی کے بعد فرعون نے کیا کرنا چاہا؟

ج: اس ناکامی کے بعد فرعون نے حضرت موسےٰؑ کو قتل کرنا چاہا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے اور جب فرعون اور اس کا لشکر سمندر کے درمیان پہنچا تو وہ غرق ہو گیا۔

س: حضرت موسیٰؑ کے بعد کون سے جلیل القدر نبی کا نام آتا ہے؟

ج: آپ کے بعد اگرچہ بہت سے انبیاء کا ذکر ملتا ہے لیکن ان میں سے جلیل القدر حضرت داود علیہ السلام تھے۔ آپ پر الہامی کتاب زبور نازل کی گئی جو موجودہ بائبل کے عہد نامہ قدیم والے حصے میں شامل ہے۔

س: آپ کس قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے؟

ج: آپ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ آپ کے عہد میں بنی اسرائیل کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں اور وہ ایک خوشحال قوم بن گئی۔

س: حضرت داؤدؑ اپنی کس صفت کے لیے مشہور تھے؟

ج: اس زمانے میں آتشیں اسلحہ ایجاد نہیں ہوا تھا اور جنگ میں حفاظت کا سب سے بڑا سبب آہنی لباس یعنی زرہ بکتر تھی۔ حضرت داؤدؑ نے اس صنعت کو بڑا فروغ دیا۔

س: حضرت داؤدؑ کے باجے بھی تاریخی طور پہ مشہور ہیں۔ ان کی کیا حقیقت ہے؟

ج: قرآن مجید میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ آپ بڑے خوش الحان تھے اور تاریخی کتابوں میں یہ روایات ملتی ہیں کہ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عبرانی موسیقی مدوّن کی اور بابلی اور مصری موسیقی کو ترقی دے کر نئے آلات ایجاد کیے۔

س: حضرت داؤدؑ کے بعد نبوّت کسے عطا ہوئی؟

ج: آپ کے بعد نبوت کا تاج آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سر پہ رکھا گیا۔

س: آپ نے اپنے والد کے شروع کیے ہوئے کاموں کو کس طرح آگے بڑھایا؟

ج: حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد کو یہودیوں کی حکمرانی کا درخشاں ترین عہد مانا جاتا ہے۔ آپ کے عہد میں صنعت و حرفت نے مزید ترقی کی۔ آپ کے عہد میں مشہور ہیکلِ سلیمانی تعمیر ہوا جو حسن کے اعتبار سے بھی اس دور میں یگانہ مانا جاتا تھا۔ آپ کے عہد میں محض فولاد ہی

کی صنعت نے ترقی نہ کی تھی بلکہ دوسری دھاتیں بھی صنعت میں استعمال ہونے لگی تھیں۔ آپ نے "تانبہ پگھلانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ بھی قائم کیا تھا۔

س: قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے کیا خصائص بیان ہوئے ہیں؟

ج: قرآن مجید میں آپ کے جو خصائص بیان ہوئے ہیں ان میں سے دو یعنی پرندوں کا آپ کے قبضے میں ہونا اور ان کی بولیوں کا سمجھنا۔ یہ وہی خصائص تھے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے تھے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہوا بھی آپ کے تابع کر دی تھی جو آپ کے تخت کو شام سے یمن اور یمن سے شام کو لے اڑتی تھی۔

س: آپ جنوں سے کیا خدمات لیتے تھے؟

ج: جن ایک نادیدہ مخلوق تھی۔ یہ مخلوق حضرت سلیمانؑ کے تابع تھی۔ یہ آپ کے لیے شاندار عمارات تعمیر کرتے اور تانبے کی عظیم الشان دیگیں اور دوسرے برتن حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بنایا کرتے تھے۔

بعض علماء نے جنوں سے مراد دیہاتی لوگ لیے ہیں۔

س: بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر کون تھے؟

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف اللہ کی جانب سے ان کی اصلاح کے لیے بھیجے گئے تھے لیکن یہ لوگ راہِ حق سے اس قدر

ہٹ چکے تھے کہ آپ کی حیاتِ مقدسہ میں صرف ایک سو بیس اشخاص آپ پر ایمان لائے۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے الہامی کتاب انجیل اتاری گئی۔

س: بنی اسرائیل نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

ج: آپ نے بنی اسرائیل کے کہنے پہ انہیں بہت سے معجزے دکھائے یہاں تک کہ مُردوں کو زندہ کر کے دکھایا لیکن وہ پھر بھی آپ پہ ایمان نہ لائے بلکہ حکومت کے ساتھ سازباز کر کے آپ کو حکومت کا باغی ثابت کر کے تختۂ دار پر لٹکا دیا۔

س: کیا تختۂ دار پہ آپ کی موت واقع ہو گئی تھی؟

ج: جمہور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تختۂ دار پہ آپ کی موت واقع نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس اٹھا لیا تھا ــــ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی موت واقع ہو گئی تھی۔

س: حضرت عیسیٰؑ کے اس دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد نبوت کا تاج کس ہستی کے سر پہ سجایا گیا؟

ج: آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا، یہاں تک کہ کسی اور نبی کی آپؐ کے بعد ضرورت باقی نہ رہی۔

سیرت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم

س: اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کون تھے ــــ اور وہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

ج: حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے آخری نبی تھے۔

آپؐ مکہ مکرمہ میں ۹۔ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔ بعض کے نزدیک یہ تاریخ ۱۲۔ ربیع الاوّل ہے لیکن اب علمی طریقے سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ پہلی تاریخ ہی صحیح ہے۔

س: آپؐ کی ولادت کے موقع پر عجیب و غریب واقعات کے ظہور کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ وہ کیا واقعات تھے؟

ج: روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپؐ کی پیدائش کے موقع پر کسریٰ شہنشاہ فارس کے محل میں یکایک زلزلہ آگیا اور اس کے محل

کے چودہ کنگرے گر کر ٹوٹ گئے۔

فارس کا آتش کدہ بجھ گیا۔ جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ایکہزار سال سے ایک لمحہ کو بھی اس کی آگ نہیں بجھی تھی۔

تاہم بعض محققین نے ان واقعات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

س: بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کس طریقے سے ہوئی؟

ج: عرب کے رواج کے مطابق آپؐ کو دیہات میں بھیج دیا گیا اور ایک نہایت ہی قابل اَنا حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالے کر دیا گیا جس نے آپؐ کی اپنے بچوں سے بڑھ کر پرورش کی۔

س: آپؐ کو یتیم کیوں کہا جاتا ہے؟

ج: بعض روایات کے مطابق آپؐ کے والد حضرت عبداللہ کی وفات آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہو چکی تھی لیکن اب کچھ روایات ایسی سامنے آئی ہیں کہ آپؐ کے والد آپؐ کی پیدائش کے موقع پر زندہ تھے اور پیدائش سے ۲۸ ماہ بعد انھوں نے وفات پائی۔

س: آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ نے کب وفات پائی؟

ج: جب آپؐ کی عمر ۶ برس کی تھی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی۔ ان کے بعد آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپؐ کی پرورش شروع کی۔

س: آپؐ کے دادا نے کس عمر تک آپؐ کی پرورش کی؟

ج: آپؐ کے دادا بھی جلد فوت ہو گئے اور ۸ سال کی عمر میں آپؐ اپنے چچا حضرت ابو طالب کی زیرِ نگرانی آ گئے۔

س: آپؐ کو نبوت کی بشارت کب ملی ؟

ج: جب آپؐ کی عمر ۴۰ سال کے لگ بھگ ہوئی تو آپؐ تنہائی پسند ہو گئے اور مکہ مکرمہ سے باہر غارِ حرا میں تنہا تشریف رکھتے اس زمانے میں آپؐ جو خواب بھی دیکھتے وہ صبحِ صادق کی روشنی کی طرح واضح اور سچا ہوتا۔

جب آپؐ کی عمر پورے ۴۰ سال ہو گئی تو جبریل علیہ السلام نبوت کی بشارت لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

س: پہلی وحی کے بعد آپؐ پر کیسی کیفیت طاری ہوئی تھی ؟

ج: پہلی وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ دہشت سی طاری ہو گئی تھی۔ آپؐ فوراً گھر کو لوٹے اور گھر والوں سے کہا کہ "مجھے چادر اوڑھا دو۔ مجھے چادر اوڑھا دو"

یہ مبارک واقعہ آپؐ کی ولادت کے حساب سے ۱۷۔ رمضان ۴۱ میلادیہ بروز دوشنبہ ظہور پذیر ہوا۔

س: سب سے پہلے پوشیدہ طور پر آپؐ کی نبوت پر کون ایمان لایا تھا؟

ج: سب سے پہلے آپؐ پر ام المومنین حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔ مردوں میں سے حضرتِ ابوبکر صدیقؓ سب سے پہلے ایمان سے مشرف

ہوئے۔ لڑکوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثؓ اور حضرت بلالؓ بن رباح حبشی پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے۔

س: جب آپؐ کو علانیہ دعوت دینے کا حکم مل گیا تو کون کون سے سرکردہ لوگ مسلمان ہوئے؟

ج: حضرت ابو بکرؓ اسلام لانے کے بعد آپؐ کے دستِ راست کے طور پر کام کرنے لگے اور ان کی تبلیغ سے حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

س: معراج النبیؐ کا واقعہ کب پیش آیا؟

ج: اگرچہ اس بارے میں بہت سے اختلافات ہیں لیکن مقبول قول یہ ہے کہ سفرِ طائف سے واپسی کے بعد، ہجرتِ مدینہ سے تقریباً ایک ماہ قبل ۲۷ رجب، شب دو شنبہ کو یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اس لیے اس تاریخ کو ساری اسلامی دنیا میں یہ دن منایا جاتا ہے۔

س: نبوت سے پہلے روزگار کی خاطر آپؐ کونسا کام کرتے تھے؟

ج: آپؐ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا تھا۔

آپؐ کی دیانت اور تجارتی سوجھ بوجھ سارے ملک میں مشہور ہو گئی۔ قوم نے آپؐ کو الامین کا لقب دیا اور مکہ مکرّمہ کی ایک مالدار عورت حضرت خدیجہؓ نے اپنا تمام کاروبار آپؐ کے سپرد کر دیا۔

س: حضرت خدیجہؓ کے کاروبار کو آپؐ نے کس طرح سرانجام دیا؟

ج: حضرت خدیجہ رضؓ آپؐ کے کاروباری معاملات سے بہت خوش ہوئیں اور اپنے چچا کی معرفت شادی کا پیغام بھیجا جسے آپؐ نے قبول فرمالیا۔

س: شادی کے وقت آپؐ کی عمر کتنی تھی؟

ج: اس وقت آپؐ کی عمر ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی عمر ۴۰ سال تھی لیکن آپؐ کے آپس کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے۔

س: قریشِ مکہ نے دعوتِ اسلام کا کیا جواب دیا؟

ج: انھوں نے نہ صرف آپؐ کی دعوت ماننے سے انکار کردیا بلکہ آپؐ کی جان کے دشمن بن گئے۔

س: قریش نے دعوتِ اسلام سے کیوں انکار کیا؟

ج: کیونکہ اسلام قبول کرنے سے، ان کے تمام دنیاوی جاہ وجلال ختم ہوتے تھے اور وہ مساواتِ انسانی کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔

س: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کیوں کی؟

ج: جب قریشِ مکہ نے آپؐ کی زندگی ختم کرنے کا قصد کیا تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

س: مدینہ منورہ کے لوگوں نے آپؐ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

ج: انھوں نے بڑی گرمجوشی سے آپؐ کا استقبال کیا اور عزت افزائی کے لیے اپنے شہر کا نام "یثرب" سے بدل کر "مدینۃ النبیؐ" رکھا اور آپؐ کو اپنا رہنما اور سردار تسلیم کیا۔

س: آپؐ کی اس پذیرائی سے متاثر ہو کر قریش نے کس طرزِ عمل کا اظہار کیا؟

ج: ان کے سینوں پر سانپ لوٹ گیا اور انھوں نے آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کو تباہ کرنے کے لیے بار بار مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی لیکن ہر بار منہ کی کھائی۔

س: قریشِ مکّہ کا کیا انجام ہوا؟

ج: آخر کار جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ مکرّمہ فتح کر لیا تو قریشِ مکّہ نے بے بس ہو کر معافی مانگ لی۔

س: کیا آپؐ نے زندگی بھر کے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا؟

ج: ہاں۔ آپؐ نے انھیں کوئی سزا نہ دی بلکہ بالکل معاف کر دیا۔ آپؐ نے اپنے کسی دشمن سے کوئی بدلہ نہ لیا۔

س: آپؐ کی وفات کب ہوئی؟

ج: جب دعوتِ اسلام کا کام مکمل ہو گیا تو آپؐ نے ۶۳ برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور وہیں مسجد نبویؐ کے پہلو میں آپؐ کو دفن کر دیا گیا۔

س: آپؐ کی سیرت کا تابناک پہلو کیا تھا؟

ج: آپؐ کی سیرتِ طیبہ تاریخ انسانی کی جامع ترین اور کامل ترین شخصیت کی سیرت ہے اور یہ سیرت ساری انسانیت کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔

س: قریش آپؐ کے خلاف عرب میں غلط پروپیگنڈہ کرتے تھے۔

آپؐ نے کس طرح ان کے پروپیگنڈے کی قلعی کھولی؟

ج: صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ نے حسنِ تدبّر اور معاملہ فہمی کے ذریعے کفارِ مکّہ سے ایک ایسا معاہدہ کیا کہ اس سے قریش مکہ کے پروپیگنڈے کی قلعی کھل گئی۔ مختلف عرب قبائل نے جب مدینہ منورہ میں آپؐ کے قائم کردہ معاشرے کی جھلک دیکھی تو وہ آپؐ کے گرویدہ ہو گئے اور اسلام لے آئے۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور حکمراں، اپنے ماتحتوں سے کیا سلوک کیا؟

ج: آپؐ نے ہمیشہ اپنے ماتحتوں سے برابر کا سلوک کیا۔

ایک مرتبہ آپؐ سفر پر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرامؓ کھانا تیار کرنے لگے تو ہر ایک نے ایک ایک کام اپنے ذمے لے لیا۔ کسی نے بکری ذبح کی۔ کسی نے گوشت بنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں جنگل سے لکڑیاں لاؤں گا۔

آپؐ اکثر فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ناپسند ہے کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں میں ممتاز بننے کی کوشش کرے۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو کہیں روانہ فرماتے تو کیا انتظام فرماتے؟

ج: آپؐ لشکر کا ایک قائد اور سپہ سالار مقرر فرماتے۔ پھر اس کا جانشین مقرر فرماتے۔ پھر اس جانشین کا جانشین بھی آپؐ خود ہی تجویز فرماتے

تاکہ ایک کی شہادت کے بعد فوراً دوسرا اس کی جگہ سنبھال لے اور فوج میں کسی قسم کی افراتفری نہ پھیلنے پائے۔

س: اس سلسلے میں آپؐ نے عام مسلمانوں کو کیا ہدایت جاری فرمائی تھی؟

ج: آپؐ نے مسلمانوں کو ہدایت کر رکھی تھی کہ جب تین آدمی بھی سفر کو نکلیں تو ان میں سے ایک کو امیر بنا لینا چاہیے۔

س: مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم کرنے کے بعد، آپؐ نے اس کے دفاع کے لیے کیا انتظام فرمایا؟

ج: آپؐ نے مدینہ منورہ میں رہنے والے یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے قبائل سے معاہدہ کر کے پہلی اسلامی ریاست کو اندرونی استحکام بخشا۔ اس طرح جب دشمن حملہ کرتا تو آپؐ اس اندرونی استحکام کی وجہ سے دشمن کا مقابلہ دل جمعی سے کرتے۔

س: اہلِ یورپ آپؐ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپؐ نے اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلایا۔ کیا اس الزام میں کوئی حقیقت ہے؟

ج: یہ الزام سراسر جہالت اور اسلام دشمنی پر مبنی ہے اور اس میں رائی بھر صداقت نہیں۔ آپؐ نے صرف اس وقت جنگ کی اجازت دی جب اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ ہوتا —— اور دشمن طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر، امن سے رہنے کے لیے تیار نہ ہوتا۔
آپؐ نے جس معاشرے کی تشکیل فرمائی وہ اس حقیقت پر گواہ ہے

کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں بلکہ اپنی اعلیٰ تعلیمات کے نتیجے میں پھیلا

س: آپؐ نے کس قسم کا معاشرہ تشکیل فرمایا؟

ج: آپؐ نے اسلام کی تعلیمات کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں میں ایک انقلاب برپا کیا اور اس کے ذریعے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل فرمائی جس نے بعد ازاں بڑے بڑے علماء، دانشور، فلاسفر اور عظیم سائنسدان پیدا کیے جنھوں نے تاریک دنیا کو روشنی کا گہوارہ بنا دیا۔

س: مسلمان علماء اور دانشوروں نے جو اسلامی معاشرہ قائم کیا اس نے دنیا پر کیا ثابت کر دیا؟

ج: اس معاشرے نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کے لیے باعثِ رحمت تھے!

ختمِ نبوّت

پر ایمان

س: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور ہستی نبی بن سکتی ہے؟

ج: جی نہیں ـــــ اللہ تعالیٰ نے نبوت آپؐ پر ختم کر دی اور انسانیت کو جس قسم کی تعلیمات کی ضرورت تھی وہ آپؐ کی معرفت دنیا تک پہنچا دی گئیں۔

س: اس بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اعلان فرمایا تھا؟

ج: آپؐ نے فرمایا تھا کہ:
"میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں!"

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ مجھے دوسرے انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے؛

ان میں سے چھٹی فضیلت کون سی تھی ؟

ج: چھٹی فضیلت یہ تھی کہ آپؐ پر وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپؐ کے بعد نہ کسی انسان پہ وحی آئے گی اور نہ ہی کوئی نبی بن سکے گا۔

س: وحی کی حقیقت کیا ہے؟

ج: وحی وہ طریقۂ تعلیم تھا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کے ساتھ کلام کرتا تھا۔

س: بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ اگرچہ وحی کا سلسلہ رک گیا ہے لیکن الہام کا طریقہ باقی ہے، یہ الہام کیا ہے؟

ج: الہام کے لفظی معنی "بات کے دل میں ڈالنے" کے ہیں اور وحی کے لغوی معنی بھی یہی ہیں اس لیے ان دونوں اصطلاحوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک پہ عقیدہ رکھنے کا مطلب ختمِ نبوت کا انکار کرنا ہے۔

س: اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ آپؐ کے بعد بھی نبی آ سکتے ہیں، تو کیا وہ مسلمان ہو سکتا ہے؟

ج: جی نہیں۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

س: قرآن مجید میں عقیدۂ ختمِ نبوت کی تصدیق کس طرح کی گئی ہے؟

ج: سورۃ الاحزاب کی چالیسویں آیت میں ارشادِ ربانی ہے:
"محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر

وہ اللہ کے رسولؐ اور خاتم النبیینؐ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ارشاد سے عقیدۂ ختمِ نبوت کو کس طرح سمجھایا؟

ج: آپؐ نے فرمایا کہ:
"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ کو یہ مقام حاصل ہوتا۔"
جس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

س: خود اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کس نام سے پکارا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الروم: آیت نمبر ۴۰ میں آپؐ کو "خاتم النبیین" کے نام سے خطاب فرمایا ہے۔

دُرود شریف کی صحیح عبارت

س: اسلامی تعلیمات میں درود شریف کا کیا درجہ ہے؟

ج: اسلامی تعلیمات میں درود شریف کا بڑا درجہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی درخواست کی جائے تو اس سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھ لیا جائے تو اللہ تعالیٰ وہ دعا ضرور قبول فرماتے ہیں۔

س: سلف صالحین سے درود شریف کے کیا الفاظ منقول ہیں؟

ج: سلف صالحین سے درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

کتبِ احادیث اور اسلامی تعلیمات کی جتنی قدیم کتابیں ہیں ان میں درود شریف کے یہی الفاظ ملتے ہیں۔

س: لیکن آجکل جو درود شریف مروّج ہے اس میں کچھ الفاظ کا

اضافہ ہے اور عام طور پہ اس کی عبارت یوں پڑھی جاتی ہے:

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

س: کیا یہ اضافہ صحیح ہے؟

ج: جی نہیں۔ یہ اضافہ صحیح نہیں ہے بلکہ عربی گرامر کے مطابق غلط ہے۔

س: عربی گرامر کے مطابق اس اضافے والی عبارت میں کیا غلطی ہے؟

ج: درود شریف کی عبارت میں جو آلہٖ کا اضافہ کیا گیا ہے اس سے پہلے حرف جار "علیٰ" کو دوبارہ لانے کی ضرورت ہے کیونکہ اسم ضمیر پہ عطف نہیں ہو سکتا۔

س: یہ نکتہ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کی دوبارہ وضاحت کی جائے؟

ج: عربی زبان میں لفظ "علیٰ" جس کے معنی "پر" کے ہیں حرفِ جار ہے۔ اگر یہ حرفِ ضمیر کسی اسمِ ظاہر پر آئے تو پھر تو اس پر عطف ہو سکتا ہے لیکن اگر یہ حرفِ اسمِ ضمیر پر آئے تو پھر اس پر عطف نہیں ہو سکتا۔

س: اس عربی قاعدے کو عملی مثال سے سمجھائیے؟

ج: مثلاً اگر درود شریف میں "ضمیر "ہ"" کی بجائے حضرت محمدؐ کا نام نامی ہوتا جیسے "اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ ــــ" تو چونکہ یہاں "محمدؐ" اسم ظاہر ہے اس لیے اس پر آلہٖ کا عطف ہو سکتا ہے اور درود شریف کی عبارت یوں بنے گی:

اللّٰھمّ صل علیٰ محمّدٍ وآلہٖ

لیکن اگر محمدؐ کی بجائے ضمیر "ہ" ہو گی اور لفظ "علیہ" ہوگا تو پھر اس ضمیر پر آلہٖ کا عطف جائز نہ ہوگا بلکہ اس سے پہلے حرفِ جار "علیٰ" کا دوبارہ لانا ضروری ہے۔ اِس صورت میں درود شریف کی عبارت یہ بنے گی:

صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم

س: کیا یہ اضافے والا درود، اصل منقول درود کی بجائے استعمال کرنا مناسب ہوگا؟

ج: مناسب تو یہ ہوگا کہ وہی درود شریف پڑھا جائے جو سلف صالحین سے منقول ہے اور جو حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔ یعنی:

صلی اللّٰہ علیہ وسلم

لیکن اگر اضافہ والی عبارت پر مشتمل درود پڑھ لیا جائے تو وہ بھی ٹھیک ہے۔

اسلام سے پہلے کی آسمانی کتابیں

س: قرآن مجید سے پہلے کون سی آسمانی کتابیں اس دنیا میں پائی جاتی تھیں؟

ج: اگرچہ تمام مذاہب کے پیروکار اپنی کتابوں کو آسمانی کتابیں قرار دیتے لیکن قرآن مجید میں صرف تورات اور انجیل کا ذکر آیا ہے۔

س: تورات سے کونسی آسمانی کتاب مراد ہے؟

ج: عام عقیدے کے مطابق تورات وہ آسمانی کتاب ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل کی گئی تھی لیکن اس وقت جو کتاب، تورات موجود ہے، اس میں دوسرے انبیا کے صحیفے بھی موجود ہیں۔

س: تورات میں حضرت موسیٰؑ کے کون سے صحیفے ہیں؟

ج: موجودہ تورات دراصل ۳۹ کتابوں کا مجموعہ ہے جو بنی اسرائیل کے مختلف انبیائے کرام کی طرف منسوب ہیں۔ علمائے یہود اسے مندرجہ ذیل

تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں :

۱۔ سلسلۂ اوّل : تورات یا قانون :

اس میں پانچ کتابیں جنہیں اصطلاح میں اسفار بھی کہتے ہیں شامل ہیں۔ انہیں کتب موسیٰؑ بھی کہاجاتا ہے۔ یہ ہیں:

پیدائش ۔ خروج ۔ احبار ۔ گنتی اور استثناء

۲۔ سلسلۂ دوم : نبیئم :

اس میں بڑی چھوٹی ۲۲ کتابیں شامل ہیں۔

۳۔ سلسلۂ سوم : کتبیئم :

اس میں بارہ کتابیں شامل ہیں (زبور اس سلسلے کی ایک کتاب ہے)۔

س : اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات سے مراد حضرت موسیٰؑ کی طرف منسوب پانچ کتابیں ہیں ، باقی دوسرے انبیاء کے صحیفے ہیں ؟

ج : جی ہاں ۔ تورات سے مراد یہی پانچ کتابیں ہیں جو موجودہ بائبل کے شروع میں ہیں لیکن ان کتابوں میں حضرت موسیٰؑ کی وفات اور وفات کے بعد کے حالات بھی موجود ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان ۵ کتابوں کا کچھ نہ کچھ حصہ یقینی طور پر بعد کا اضافہ ہے ۔

س : اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ تورات بائبل کا حصہ ہے۔ بائبل کونسی الہامی کتاب ہے ؟

ج: بائبل دو حصوں پر مشتمل کتاب ہے:
پہلا حصہ عہد نامہ عتیق کہلاتا ہے جو موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے دوسرے انبیاءِ کرام کی طرف منسوب ہے۔
اس کا دوسرا حصہ عہد نامہ جدید کہلاتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ اسے انجیل بھی کہا جاتا ہے۔

س: کیا تالمود بھی کسی مذہب کی آسمانی کتاب ہے؟

ج: تالمود آسمانی کتاب نہیں لیکن چونکہ وہ تورات کی تفسیر ہے اس لیے یہودیوں کے ہاں تورات کی سی اہمیت رکھتی ہے۔

س: عہد نامہ جدید یا انجیل میں کتنے صحیفے شامل ہیں؟

ج: انجیل ۲۹ کتابوں پر مشتمل ہے لیکن ان میں سے چار کتابوں یعنی:
۱۔ متی کی انجیل
۲۔ مرقس کی انجیل
۳۔ لوقا کی انجیل اور
۴۔ یوحنا کی انجیل
کو زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔

س: انجیل میں کس قسم کے احکام پائے جاتے ہیں؟

ج: ان انجیلوں میں زیادہ تر حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے حالات بیان ہوئے ہیں اور یہ کہ آپ نے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو کس طرح راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جبکہ ان ظالموں نے آپ کو

سولی پر لٹکا دیا۔

س: تورات اور انجیل کے علاوہ کون سی دوسری مذہبی کتابیں اسلام سے پہلے پائی جاتی تھیں لیکن قرآن مجید میں ان کا ذکر نہیں ملتا؟

ج: اُس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں چار مذاہب مشہور تھے۔ یعنی:

۱۔ ہندومت
۲۔ زرتشت
۳۔ بُدھ مت اور
۴۔ جُین مت

ان کے پیروکاران مذاہب کی کتابوں کو الہامی قرار دیتے تھے۔

س: ہندومت کی الہامی کتاب کا نام کیا ہے؟

ج: ہندومت کے پیروکاروں کا دعویٰ ہے کہ وید نامی کتاب، اُن کے مذہب کی الہامی کتاب ہے۔ اس کے چار حصے تھے:

۱۔ رگ وید
۲۔ سام وید
۳۔ یجر وید اور
۴۔ اتھروید

بعض اہلِ علم کی تحقیق کے مطابق شروع میں صرف ایک ہی یجر وید تھا جسے بعد میں چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

س: ویدوں میں کس قسم کی تعلیمات پائی جاتی ہیں؟

ج: دوسرے مذاہب کی کتابوں کے مقابلے میں وید قدیم علوم کا خزانہ ہیں۔ خود ہندو اہلِ علم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وید اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے کسی خاص کتاب کا نام نہیں ہے بلکہ یہ نام ہے قریب دو ہزار سال کے طویل عرصے پر پھیلے ہوئے ہندو لٹریچر کا۔ جسے ہندوستان کے رہنے والوں نے مختلف اطراف و جوانب سے ایک طویل عرصے میں جمع کیا۔

س: ویدوں کو کب مرتب کیا گیا؟

ج: اگرچہ اس بارے میں کوئی مستند قول نہیں ہے لیکن عام خیال یہ ہے کہ انہیں لگ بھگ ایک ہزار سال قبل مسیح مرتب کیا گیا تھا۔

س: ویدوں میں خدا تعالیٰ کا کیا تصوّر پایا جاتا ہے؟

ج: ہندوؤں میں برہما، شیوا اور وشنو، تین خدا مانے جاتے ہیں۔ آجکل اس کا مفہوم یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ تینوں مستقل خدا نہیں بلکہ پرماتما (اللہ تعالیٰ) کی تین صفتوں کے مظہر ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق:

برہما : پیدا کرنے والا

شوجی : زندگی کے سلسلے کو آگے بڑھانے والا، اور

وشنو : ہلاک کرنے والی طاقت کا نام ہے۔

س: زرتشت مذہب کی مقدس کتاب کا کیا نام ہے؟

ج: اس مذہب کی کتاب کا نام زند اوستا ہے۔
اس مذہب کے پیروکار بھی بعد میں مختلف فرقوں میں بٹ گئے تھے اور ہر فرقے کے پاس علیحدہ زند اوستا تھی، جسے وہ صحیح سمجھتا اور دوسرے مجموعوں کو غلط قرار دیتا۔

س: زند اوستا میں کس قسم کی تعلیمات پائی جاتی ہیں؟

ج: زند اوستا میں خدا کے تصوّر کے علاوہ، موت کے بعد زندگی اور جنت اور دوزخ کا تصور بھی ملتا ہے۔ وحی کا بھی اقرار کیا گیا ہے اور فرشتوں کی ہستی کا اعتراف بھی ملتا ہے۔

س: ہندوستان میں ہندو مت کے بعد بدھ مت دوسرا بڑا مذہب تھا۔ اس کی الہامی کتابیں کون سی ہیں؟

ج: مندرجہ ذیل کتابوں کو بدھ مت کی الہامی کتابیں تصوّر کیا جاتا ہے:

۱۔ سُتّر: اس میں اعتقادات کی بحث ہے۔
۲۔ وِنیایا: بھکشوؤں کی زندگی سے متعلق آئین وضوابط
۳۔ ابھی دھمّا: معتقدات سے متعلق ظنّی اور عملی انداز کا مجموعہ

س: بدھ مت کی یہ مقدس کتابیں کب مرتّب ہوئی تھیں؟

ج: ان کی تاریخ کے بارے میں کوئی حتمی رائے تو نہیں ملتی لیکن قیاس ہے کہ یہ تینوں مجموعے تیسری صدی قبل مسیح میں مرتب کیے گئے تھے

س: ہندوستان میں بدھ مت کے ردِعمل کے طور پر ایک اور مذہب جین مت وجود میں آیا تھا، اس کی کون سی کتابیں

تھیں؟

ج : اس مذہب کی ۲ دو مقدس کتابیں تھیں:

۱۔ پرو

۲۔ انگ

کہا جاتا ہے کہ ان صحیفوں کی تعداد ۲۵ تھی۔ ۱۴ پرو تھے اور ۱۱ انگ لیکن اب ان میں سے ایک پرو باقی ہے جو ان کے نزدیک الہامی کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔

قرآن
اور احادیث نبویؐ

س: جس وقت قرآن مجید نازل ہوا، کیا اس وقت بھی دوسری آسمانی کتابیں اصل حالت میں موجود تھیں؟

ج: قرآن مجید کا نزول چھٹی صدی عیسوی میں ہوا۔ اس وقت کوئی سابقہ الہامی کتاب، اپنی اصلی حالت میں موجود نہ تھی۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ تھا کہ وحی کی تعلیم کہیں بھی اپنی خالص اور منزہ شکل میں موجود نہ تھی۔

س: کیا قرآن مجید سب سے آخری آسمانی کتاب ہے؟

ج: جی ہاں ــــ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری نازل شدہ کتاب ہے۔ اس کے بعد کوئی آسمانی کتاب نازل نہ ہوگی۔

س: کیا تمام قرآن مجید ایک ہی دفعہ نازل ہوا تھا؟

ج: جی نہیں۔ قرآن مجید ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوا تھا بلکہ مختلف

مواقع پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تھا۔

س: تمام قرآن مجید کُل کتنے عرصے میں نازل ہوا؟

ج: قرآن مجید پورے ۲۳ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ ۱۳ سال مکہ مکرّمہ میں اور ۱۰ سال مدینہ منورہ میں۔

س: قرآن مجید کتنے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے؟

ج: اس میں،

۱۱۴ سُورتیں

۶۲۴۷ آیات اور

۷۷۹۳۴ الفاظ ہیں۔

س: مکہ مکرّمہ میں قرآن مجید کی کتنی سورتیں نازل ہوئیں؟ اور ان کا اہم موضوع کیا تھا؟

ج: مکّہ مکرّمہ میں کل ۹۲ سورتیں نازل ہوئیں جو حجم کے لحاظ سے چھوٹی ہیں اور ان میں زیادہ تر اسلام کے بنیادی عقائد کی تعلیم دی گئی ہے۔

س: مدینہ منوّرہ میں کتنی سورتیں نازل ہوئیں؟

ج: بقیہ یعنی ۲۲ سورتیں مدینہ منوّرہ میں نازل ہوئیں جو، حجم میں بڑی ہیں اور ان میں اسلامی نظامِ حیات کے بارے میں تفصیلی احکامات دیئے گئے ہیں۔

س: قرآن مجید کس زبان میں نازل ہوا تھا؟

ج: قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا تھا اور ابھی تک اپنی اصل زبان میں

موجود ہے جبکہ دوسرے مذاہب کی مقدس کتابیں اپنی اصل زبان اور حالت میں نہیں ملتیں۔

س: جو شخص عربی زبان نہ جانتا ہو وہ قرآن مجید کس طرح سمجھ سکتا ہے؟

ج: اگرچہ اب جدید طریقے سے عربی سیکھنا آسان ہو گیا ہے اور ہر مسلمان تھوڑا سا وقت صرف کر کے یہ زبان سیکھ سکتا ہے تاہم قرآن مجید کا دنیا کی اہم زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے جو ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہے۔ ان تراجم کی مدد سے بھی قرآن مجید آسانی سے سیکھا جا سکتا ہے۔

س: کیا قرآن مجید کے کسی قدیم اور آج کے نئے نسخے میں زیر زبر کا کوئی فرق ہے؟

ج: قرآن مجید کے کسی نسخے میں ایک زیر زبر یا حرف کا قطعاً فرق نہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہزاروں لوگوں نے اس پاک کتاب کو حفظ کر لیا تھا اور ہر زمانے میں لاکھوں لوگ اسے حفظ کرتے رہے ہیں۔ اس لیے اس میں کسی غلطی کا وقوع ناممکن ہو گیا ___!

س: قرآن مجید ہماری زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

ج: دنیا میں قرآن مجید سے زیادہ کوئی اور بڑی تعلیمی طاقت نہیں۔ اس پر عمل کر کے مسلمان ایک بڑی قوت بن سکتے ہیں۔ یہ ہماری کامیابی کی

ضمانت ہے بشرطیکہ ہم عمل کرنے کی نیت سے اسے پڑھیں۔

س: قرآن مجید کی پہلی اور آخری سورت کا نام کیا ہے؟

ج: قرآن مجید کی پہلی سورت کا نام الفاتحہ، ہے جو نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔
آخری سورت الناس ہے۔

س: کیا قرآن مجید میں سابقہ الہامی کتابوں کی تعلیمات کو جمع کر دیا گیا ہے؟

ج: اس بارے میں ارشادِ ربانی ہے:
"اے رسولؐ! ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی۔ یہ ان تمام دعاوی کو سچ کر دکھائے گی جو کتب سابقہ میں کیے جاتے رہے ہیں اور ان تمام کتابوں کی تعلیم اس کے اندر آگئی ہے۔" (سورہ المائدہ ، ۴۸)

س: کیا قرآن مجید میں دی گئی تعلیمات تبدیل نہیں ہو سکتیں؟

ج: اس بارے میں بھی خود قرآنِ مجید نے وضاحت کر دی ہے کہ:
"تیرے ربّ کی طرف سے دیے جانے والے احکام و قوانین، صدق اور عدل کے ساتھ مکمل ہو گئے۔ اب ان میں تبدیلی کرنے والا کوئی نہیں"۔ (سورۃ الانعام۔ ۱۱۵)

س: عام طور پر خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ کیا یہ کتابِ مقدس خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے

میں جمع نہیں ہوئی تھی؟

ج: قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا تھا اور اس مقصد کے لیے آپؐ نے بہت سے کاتبوں کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں، جو ساتھ کے ساتھ تمام آیات کو لکھتے جاتے تھے۔ یہ آیات حفاظ، یاد بھی کر لیتے تھے۔ اس طرح قرآن مجید بذریعہ تحریر اور بذریعہ حفظ دونوں طرح محفوظ ہو گیا۔

س: جب قرآن مجید خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمع ہو گیا تھا تو پھر حضرت عثمانؓ کو جامع القرآن کیوں کہا جاتا ہے؟

ج: دراصل حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو مختلف علاقوں کے لہجوں میں اس کی قرأت میں فرق آنے لگا۔ اس فرق کو ختم کرنے کے لیے آپ نے مصحفِ امام جو مسجدِ نبویؐ میں رکھا رہتا تھا، کی نقول مملکت کے مختلف صوبوں میں بھجوا دیں اور جو قرآن مجید کی ناقص تحریریں تھیں انہیں تلف کر دیا۔ اس بنا پہ آپ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

س: قرآن مجید کی حفاظت کے زمانۂ جدید میں کیا ثبوت ملے ہیں؟

ج: حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کے جس نسخے کی نقول کروا کر اسلامی مملکت کے مختلف صوبوں کو بھیجی تھیں وہ اس وقت روس کے ایک عجائب گھر میں ہے۔

۱۹۵۹ میں روس کے ایک رسالے (سوویٹ دیش) میں جو اطلاعات

شائع ہوئی تھیں ان میں کہا گیا تھا کہ یہ مصحفِ عثمانؓ بادشاہ تیمور کے کتب خانے میں تھا جو ۱۳۹۳ء میں سمرقند میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ نسخہ اس کتب خانے سے نکل کر سمرقند کی مسجدِ خواجہ احرار میں آ گیا اور صدیوں تک اس مسجد میں ایک مرمریں ستون سے زنجیروں کے ساتھ معلق رہا۔

۱۸۶۸ء میں روسی شہنشاہیت، بخارا پر قابض ہوئی تو وہاں کے روسی گورنر دان کاف مان نے اسے خرید کر پیٹرس برگ کے شاہی کتب خانے میں بطور تحفہ بھیج دیا۔

۱۹۱۷ء کے انقلابِ روس کے بعد یہ نسخہ حکومت کے ایک فرمان کے مطابق روسی پارلیمان کے مسلم نمائندوں کے ایک جلسے میں تاشقند لایا گیا۔ روسی رسالے میں اس نسخے پر حضرت عثمانؓ کے خون کے نشانات کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ روسی مستشرقین نے اس کی قدامت تسلیم کر لی ہے۔

س: قرآن کے برحق ہونے کے بارے میں سطور سابقہ میں جو دعوے کیے گئے ہیں، غیر مسلموں کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟

ج: یورپ کے غیر مسلم محققین قرآن مجید کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں اسے انھوں نے یونیورسل انسائیکلوپیڈیا میں "قرآن" کے عنوان کے تحت یوں بیان کیا ہے:

"یہ کتاب پیغمبر محمدؐ پر ان کی زندگی کے آخری ۲۳ سال میں مکہ مکرمہ

اور مدینہ منورہ میں نازل ہوتی رہی اور مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے بہ خلاف حدیث کے، جو مجموعہ کلامِ رسولؐ ہے، قرآن پیغمبر محمدؐ کی زندگی ہی میں اور ان ہی کی زیرِ ہدایت و نگرانی ضبطِ تحریر میں آگیا تھا اور آپؐ کے صحابیوںؓ نے اسے حفظ کر لیا تھا اور یہ معمول آج تک جاری ہے۔ چنانچہ صدہا مسلمان کلامِ پاک کے محافظ ہیں اور اسے بغیر کسی غلطی کے دُہرا سکتے ہیں

اس کتاب کا دعویٰ ہے کہ اس میں تمام کتبِ آسمانی کے حقائق آ گئے ہیں اور یہ کہ وہ آخری اور ناقابلِ تغیّر کتاب ہے۔ نیز یہ کہ نوعِ انسانی کے لیے وہ جامع ترین دستورالعمل ہے اور اسلام یعنی دینِ فطرت کی آخری توضیح ہے اور یہی دینِ ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور سارے گزشتہ انبیاء کا رہ چکا ہے"۔

س: کیا متعصب یورپی اہلِ قلم قرآن مجید کے بارے میں یہی نقطۂ نظر رکھتے ہیں یا وہ ان حقائق کا انکار کرتے ہیں؟

ج: متعصب اہلِ قلم بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً سر ولیم میور جیسا متعصب اہلِ قلم اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" میں لکھتا ہے کہ:

"یہ یقینی بات ہے کہ قرآن جس شکل میں ہمارے پاس اس وقت موجود ہے یہ بعینہٖ اسی شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جمع اور مرتب ہو چکا تھا"۔

س: کہاجاتاہے کہ شیعہ حضرات کا قرآن کی بعض سورتوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس میں کہاں تک حقیقت ہے؟

ج: شیعہ حضرات کو بھی قرآن مجید کے موجودہ متن میں کوئی اختلاف نہیں۔ ایک مشہور شیعہ عالم شیخ محمد حسین کاشف الغطاء کی کتاب "اصل الشیعہ و اصولہا" کا اردو ترجمہ "اصل و اصول شیعہ" کے عنوان سے رضاکار بکڈپو لاہور کی جانب سے شائع ہو چکا ہے جس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ کتاب جو اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے یہ وہی ہدایت نامہ ہے جسے پروردگارِ عالم نے معجزہ بنا کر نازل فرمایا اور اس کے ذریعے احکام دین کی تعلیم دی۔ نہ اس میں کوئی کمی ہوئی نہ زیادتی۔ مسلمانوں میں جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ اس اعتقاد سے نصِ قرآنی:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

کی تردید ہوتی ہے۔ (ص: ۶۳)

س: ایک مشہور جرمن مفکر نے قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کے بعد کس حقیقت کا اظہار کیا تھا؟

ج: اس نے یہ اعلان کیا تھا کہ قرآن مجید میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے، یہ صحیح اسلام ہے تو ہم میں سے ہر سوچنے اور سمجھنے والا انسان مسلمان ہے۔

س: قرآن مجید نے اپنی تعلیمات سے انسانیت کی جس طرح صحیح رہنمائی کی ہے کیا غیر مسلم مستشرق اسے تسلیم کرتے ہیں؟

ج: یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں چنانچہ ایک مشہور

عیسائی مفکر مارگولیتھ قرآن حکیم کی تعلیمات کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

"دنیا کی مقدس کتابوں میں قرآن مجید ایک اہم حیثیت رکھتا ہے اگرچہ یہ اپنی نوعیت کے لٹریچر میں سب سے کمسن واقع ہوا ہے لیکن اس اثر کے اعتبار سے، جو اس نے نوعِ انسانی کے دلوں پر کیا ہے، کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا۔ اس نے انسانیت کو ایک نئی فکر سے روشناس کرایا ہے اور اسے ایک جدید انداز کی سیرت عطا کی ہے۔ اس نے جو محیّر العقول اصلاحات کیں اور تعجب انگیز کامیابیاں حاصل کیں وہ محض عہدِ کہن کی داستانیں نہیں تھیں، وہ آج بھی یہی کچھ کر رہا ہے"۔

س: حدیث سے کیا مراد ہے؟

ج: حدیث سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہے اور اس میں ایسے کام بھی شمار ہوتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیے گئے اور آپؐ نے ان سے منع نہ فرمایا۔

س: حدیث کی مشہور کتابیں کتنی ہیں؟

ج: احادیث کے ۷،۴ مجموعے ہیں لیکن ان میں سے مشہور یہ ۶ ہیں:

۱۔ صحیح بخاری
۲۔ صحیح مسلم
۳۔ سنن ترمذی

۴۔ سنن ابوداؤد

۵۔ سنن ابنِ ماجہ

۶۔ نسائیؒ

حدیث کی ان چھ کتابوں کو صحاحِ ستہ بھی کہا جاتا ہے یعنی حدیث کی چھ صحیح کتابیں۔

س: صحیحین سے حدیث کی کونسی کتابیں مراد ہیں؟

ج: صحیحین سے حدیث کی دو صحیح کتابیں مراد ہیں۔ یعنی:

۱۔ صحیح بخاری

۲۔ صحیح مسلم

س: امام بخاری نے صحیح بخاری میں احادیث کو کس طرح جمع کیا؟

ج: امام بخاری بخارا میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے۔ انہیں ۶ لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ ان میں سے انھوں نے ۷۰۰۰ احادیث کا انتخاب کر کے انہیں صحیح بخاری میں جمع کیا اور باقی ۵ لاکھ ۹۳ ہزار احادیث کو مسترد کر دیا۔

س: صحیح مسلم کے جامع کون تھے؟

ج: صحیح مسلم کے جامع امام مسلم بن حجاج تھے جو ایران کے مشہور شہر نیشاپور کے باشندے تھے۔ ان کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۶۱ھ میں۔

س: احادیث جمع کرنے والے بزرگ عرب تھے یا غیر عرب؟

ج: یہ سب کے سب غیر عرب تھے۔ ان میں عرب کا رہنے والا کوئی نہ تھا حدیث جمع کرنے کا تمام کام عجمیوں نے سرانجام دیا۔ یہ تمام حضرات تیسری صدی ہجری میں ہوئے۔

س: کیا اس سے پہلے احادیث جمع نہیں کی گئی تھیں؟

ج: احادیث کا پہلا مجموعہ امام مالکؒ نے تیار کیا تھا جس کا نام "موطاء امام مالک" ہے۔ امام مالک کے بہت سے شاگردوں نے ان سے یہ کتاب روایت کی ہے۔ ان میں سے کسی نے صرف ۳۰۰ اور کسی نے ۵۰۰ احادیث روایت کی ہیں۔

س: مؤطا امام مالک کو احادیث کے دوسرے مجموعوں پر کیا فوقیت حاصل ہے؟

ج: امام مالکؒ اہلِ عرب میں سے واحد شخص تھے جنہوں نے احادیث کا مجموعہ تیار کیا۔ باقی تمام مجموعے عجمیوں نے تالیف کیے۔

س: مؤطا امام مالکؒ کو صحاحِ ستّہ یعنی حدیث کی چھ کتابوں میں کیوں شمار نہیں کیا جاتا؟

ج: اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں بہت کم احادیث ہیں۔ دوسرے اس میں امام مالکؒ کی فقہ کے مسائل بھی شامل ہیں اس لیے عام محدثین اسے حدیث کی بجائے فقہ کی کتاب سمجھتے ہیں۔

س: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث کا کوئی مجموعہ خود تیار کر کے امت کو دیا؟

ج: آپؐ نے ایسا کوئی مجموعہ تیار کر کے نہ دیا بلکہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، یہ تمام مجموعے تیسری صدی ہجری میں تیار ہوئے۔

س: کیا مسلمانوں کا دوسرا بڑا فرقہ یعنی شیعہ حضرات بھی احادیث کے ان مجموعوں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں؟

ج: ان کے علیحدہ مجموعے ہیں جن میں انھوں نے ائمہ اہل بیت سے احادیث روایت کی ہیں۔

س: حنفی فقہ کے بانی امام ابو حنیفہؒ کا احادیث کے بارے میں کیا مسلک تھا؟

ج: احادیث کی صحت کے بارے میں ان کا معیار بڑا سخت تھا اور کہا جاتا ہے کہ وہ بہت کم احادیث کو صحیح تسلیم کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی فقہ میں اکثر مسائل کی بنیاد قرآنِ مجید اور عقلِ سلیم پر رکھی۔

س: احادیث کے تسلیم کرنے کے بارے میں امام صاحبؒ نے یہ سخت رویہ کیوں اختیار کیا؟

ج: دراصل بہت سے مفاد پرستوں نے اپنے مفاد کے لیے ضعیف احادیث وضع کر لی تھیں جن کے اختیار کرنے میں امام صاحبؒ بید احتیاط سے کام لیتے تھے۔

س: خود محدثین حضرات نے صحیح اور ضعیف احادیث میں فرق معلوم کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا؟

ج: محدثین نے احادیث کے تمام راویوں کے حالات جمع کیے۔ ان میں سے جو راوی معتبر نہ تھے انھوں نے ان کی روایت کردہ احادیث کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

قیامت

س: کیا یہ دنیا ہمیشہ قائم و دائم رہے گی یا فنا ہو جائے گی؟
ج: ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ اس وقت کو روزِ قیامت کہتے ہیں۔
س: قیامت کے دن کیا ہو گا؟
ج: اس دن تمام مُردوں کو زندہ کر کے ایک جگہ پر اکٹھا کیا جائے گا اس لیے اسے یوم حشر بھی کہتے ہیں یعنی اکٹھا کرنے کا دن۔
س: تمام انسانوں کو ایک جگہ پر کیوں اکٹھا کیا جائے گا؟
ج: اس دن اللہ تعالیٰ ان کے دنیا میں کیے گئے اعمال کے بارے میں فیصلہ فرمائیں گے تاکہ انہیں ان کے نیک و بد کاموں کا بدلہ دیا جائے جو انھوں نے دنیا میں کیے تھے۔

س: قرآن مجید میں اس دن کی کیفیت کس طرح بیان کی گئی ہے؟
ج: قرآن مجید میں اس دن کے بارے میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی ہولناک دن ہوگا۔ ہر آدمی اپنے بارے میں پریشان ہوگا۔ گناہ گاروں کے لیے تو یہ دن بہت ہی سخت ہوگا۔
س: گناہ گاروں سے مراد کون سے لوگ ہیں؟
ج: گناہ گار وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام چھوڑ کر اپنی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔
س: قیامت کے دن رسوائی سے بچنے کے لیے کیا کیا جانا چاہیے؟
ج: ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر سچے دل سے عمل کرنا چاہیے۔ اس طرح ہم اس دن رسوائی سے بچ سکتے ہیں۔
س: ہمارے اعمال کا بدلہ ہمیں کس طرح دیا جائے گا؟
ج: اس دن اللہ تعالیٰ ہمارے اچھے اور بُرے کاموں کا فیصلہ فرمائیں گے۔ جن لوگوں نے اِس دنیا میں بُرے کام کیے ہوں گے انہیں سزا ملے گی۔ اور جن لوگوں نے اچھے کام کیے ہوں گے انہیں انعام دیا جائے گا۔
س: بُرے کام کرنے والوں کو کیا سزا دی جائے گی؟
ج: اُن کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔
س: دوزخ کس جگہ کا نام ہے؟
ج: دوزخ ایک تکلیف دہ جگہ کا نام ہے جہاں آگ ہی آگ ہے۔ جو لوگ

اس میں ڈالے جائیں گے انہیں سخت عذاب ہوگا۔

س: اچھے کام کرنے والوں کو کیا انعام ملے گا؟

ج: اُن لوگوں کو جنّت میں جگہ دی جائے گی۔

س: جنت کس جگہ کا نام ہے؟

ج: جنت کے لفظی معنی باغ کے ہیں۔ یہ باغات پر مشتمل ایک اعلیٰ جگہ ہوگی جس کے عمدہ ہونے کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وہاں زندگی کی ہر قسم کی خوشیاں موجود ہوں گی۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے قریب ہونے کی کیا نشانیاں بیان فرمائی تھیں؟

ج: آپؐ نے فرمایا تھا کہ لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ امانت میں خیانت کریں گے۔ سود کھائیں گے۔ جھوٹ بولیں گے۔ مرد ریشمی ملبوسات پہنیں گے۔ قرآن مجید کو زیورات پہنائے جائیں گے۔ عورتیں مردوں کی شکلیں اختیار کرلیں گی۔ شوہر بیویوں کی اطاعت کرنے لگیں گے۔

س: ہم قیامت کے روز کس طرح سرخرو ہوسکتے ہیں؟

ج: اگر ہم اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ڈھال لیں تو انشاء اللہ قیامت کے دن سرخرو ہوں گے۔

فرشتوں پر ایمان

س: فرشتے کس قسم کی مخلوق ہیں؟

ج: فرشتے پوشیدہ نورانی ہستیاں ہیں۔ ان کا جسمانی وجود نہیں ہے اور وہ ہماری نظروں سے بھی اوجھل ہیں۔

س: غیر مسلم اور مشرکینِ عرب فرشتوں کے بارے میں کیا تصور رکھتے تھے؟

ج: وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ان کی فرضی صورتیں بنا کر ان کے آگے نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔

س: اسلام نے فرشتوں کا کیا تصوّر دیا؟

ج: اسلام نے فرشتوں کے بارے میں ہمیں یہ تصوّر دیا کہ وہ اللہ تعالٰی کی ایک برگزیدہ مخلوق ہیں۔ گناہوں سے پاک ہیں۔ ان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کے احکام کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔

س: فرشتوں میں سب سے زیادہ برگزیدہ فرشتہ کون تھا؟

ج: ان میں سب سے زیادہ برگزیدہ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء پر وحی بھیجتا تھا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ہی قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

س: وہ کون سے فرشتے ہیں جو ہر وقت انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں؟

ج: انہیں کراماً کاتبین کہتے ہیں جو ہر انسان کی ہر اچھی اور بُری بات کو نوٹ کرتے رہتے ہیں اور انسان کا یہ اعمال نامہ قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

س: فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟

ج: قرآن مجید میں ان کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ کیسے ہیں اور کیسے نہیں!

س: حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرشتوں کی حقیقت کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

ج: آپ نے فرشتوں کو نیکیوں کی طاقتیں قرار دیا تھا۔

س: قرآن مجید میں فرشتوں کے لیے کون سا لفظ استعمال کیا گیا ہے؟

ج: قرآن مجید میں فرشتوں کے لیے **ملائک** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی قاصد کے ہوتے ہیں۔

س: قرآن مجید میں کن کن فرشتوں کا ذکر آیا ہے؟

ج: قرآن مجید میں چار فرشتوں کا ذکر آیا ہے یعنی:

۱۔ حضرت جبرائیل امینؑ

۲۔ حضرت میکائیلؑ

۳۔ ہاروت

۴۔ ماروت

س: حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لیے قرآن مجید میں کون سے صفاتی نام بیان ہوئے ہیں؟

ج: قرآن مجید میں آپ کو روح القدس اور روح الامین کا نام دیا گیا ہے۔

س: دو اور فرشتوں یعنی حضرت عزرائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ کا نام دو اہم کاموں کے سلسلے میں لیا جاتا ہے۔ کیا ان کے نام اور کام کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آیا؟

ج: ان دونوں فرشتوں کا نام قرآن مجید میں تو نہیں آیا لیکن روایات کے مطابق حضرت عزرائیلؑ کے سپرد لوگوں کی روحیں قبض کرنے کا کام ہے اور حضرت اسرافیلؑ قیامت کے دن صُور پھونکیں گے جس سے ساری دنیا کی مخلوق ایک مرتبہ فنا ہو جائے گی۔

اسلام اور علم

س: اسلام میں علم کی کیا اہمیت ہے؟

ج: اسلام میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں سب سے پہلی وحی علم کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

س: اس پہلی وحی کے الفاظ کیا تھے؟

ج: یہ وحی سورۃ العلق کی یہ پہلی ۵ آیات ہیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔

ترجمہ: "پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور

تیرا رب عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے انسانوں کو سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

س: قرآن پاک میں کتنی آیات میں علم کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے؟

ج: قرآن پاک کی ۷۶۵ آیات میں علم کی اہمیت پہ زور دیا گیا ہے۔

س: علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا دعا سکھائی تھی؟

ج: اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام انسانوں سے زیادہ تھا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دعا سکھائی:

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً۔

اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

اس دعا کے سکھانے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان ہر وقت اپنے علم میں اضافے کی کوشش میں لگے رہیں۔

س: کیا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے؟

ج: جی ہاں۔ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید بھی فرمائی کہ مسلمانوں کو علم حاصل کرنا چاہیے۔ چاہے اس مقصد کے لیے انہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

س: ہر مسلمان کو کتنا علم حاصل کرنا چاہیے؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بقدرِ ضرورت ہر مرد اور عورت پر علم کا حصول واجب ہے۔

س: مختلف علوم میں مہارت حاصل کرنے والوں کو کیا کہا جاتا ہے؟

ج: مختلف علوم میں مہارت حاصل کرنے والوں کو علماء کہا جاتا ہے۔ چاہے یہ دینوی علوم ہوں یا دنیاوی۔ دوسرے الفاظ میں دنیاوی علوم مثلاً سائنس وغیرہ کا علم حاصل کرنے والے لوگ بھی علماء ہی کہلائیں گے جیسا کہ دینی علوم کے ماہرین علماء کہلاتے ہیں۔

س: کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم کے حوالے سے مختلف لوگوں میں فرق پایا جاتا ہے؟

ج: جی ہاں۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

"اہلِ علم اور جاہل لوگ برابر نہیں ہو سکتے"۔

س: کیا اہلِ علم کا درجہ اللہ کے نزدیک جاہل لوگوں سے بلند ہے؟

ج: قرآن پاک کی سورت المجادلہ کی آیت گیارہ میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ اہلِ علم لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے"۔

س: اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کی کون سی خصوصیت کو پسند فرمایا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم لوگوں کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ:

"میرے بندوں میں سے یہ لوگ مجھ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں"۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ عبادت کرنے والے بندوں اور اہلِ علم میں سے کسے زیادہ پسند کیا ہے؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اہلِ علم کو عبادت گزار لوگوں پہ زیادہ

فوقیت دی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مسجدِ نبویؐ میں دونوں قسم کی مجلسیں قائم تھیں لیکن آپؐ نے عبادت گزاروں کی بجائے اہلِ علم کی مجلس میں شرکت فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ اہلِ علم کو دوسروں پر فوقیت دیتے تھے۔

کفر

اور شرک

س: کفر سے کیا مراد ہے؟
ج: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا انکار کفر ہے اور اس انکار کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔

س: شرک سے کیا مراد ہے؟
ج: شرک سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا ہے۔ جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کے عرب بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے ان سے مدد چاہتے تھے۔ ایسے لوگ "مشرک" کہلاتے ہیں۔

س: کیا کافر اور مشرک میں کوئی فرق ہے؟
ج: کافر اور مشرک دونوں اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں لیکن بعض اوقات مسلمان

بھی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات، انسانوں میں تسلیم کرنے لگتے ہیں اور اس طرح وہ شرک کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

س: مسلمان، اللہ تعالیٰ کی کون سی صفات سے اس کے بندوں کو متصف قرار دیتے ہیں؟

ج: وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے اس کے زندہ یا مردہ بندوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کی درخواستوں کو قبول کر کے ان کی ضروریات پوری کریں گے۔

س: کیا کافر اور مشرک، مسلمانوں کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟

ج: جی نہیں۔ کافر اور مشرک، مسلمانوں کے کبھی بھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۰۵ میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

"اہلِ کتاب میں سے کافر لوگ اور مشرک نہیں چاہتے کہ تم پر تمہارے رب کی جانب سے کوئی بھلائی نازل ہو۔"

س: کیا کافر باہم دوست ہوتے ہیں؟

ج: جی ہاں۔ قرآن مجید کی سورۃ الانفال میں ارشاد ہے کہ:

"جو لوگ کافر ہوئے وہ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔"

س: شرک کے بارے میں قرآن مجید کا کیا حکم ہے؟

ج: ارشادِ ربانی ہے کہ:

"شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔"

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔

ترجمہ: "بے شک! شرک سب سے بڑا گناہ ہے"۔

س: کیا اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کو بخش دے گا؟

ج: قرآن مجید میں یہ وضاحت ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہر قسم کے گناہ معاف کر دے گا لیکن شرک کو معاف نہیں کرے گا"۔(سورۃ النسا: ۱۱۶)

س: شرک کی تین صورتیں کون سی ہیں؟

ج: یہ تین صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا — جیسا کہ یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے تھے اور عیسائی، عیسیٰ علیہ السلام کو۔

۲۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک کرنا — مثلاً اللہ عالم الغیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو عالم الغیب سمجھنا صریحاً شرک ہے۔

۳۔ کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے احکامات میں شامل کرنا — مثلاً اللہ تعالیٰ نے سُود کو سب سے بڑا جرم قرار دیا ہے اور کسی انسان کے حوالے سے اسے حلال قرار دینا شرک ہے۔

س: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شرک سے دور رکھنے کے لیے ان کی رہنمائی کیسے فرماتا ہے؟

ج: اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ انسانوں کو مظاہرِ فطرت پہ غور کرنے کی دعوت دیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو رات سے دن کو

اور دن کو رات سے نکالتی ہے اور جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔

س: انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو شرک سے بچانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا تھا؟

ج: جس قوم کی طرف بھی نبی بھیجا گیا اس نے اپنی قوم کو اس برائی سے بچنے کی ترغیب دی۔ قرآن مجید کی سورۃ الانعام میں ۱۸۔ انبیاء کا ذکر ہے۔ ان میں سے ہر نبی کے ذکر کے بعد شرک سے بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے۔

س: اللہ تعالیٰ نے کن کافروں سے مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے صرف ان کافروں سے جنگ کرنے کی اجازت دی ہے جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں۔

س: کیا کافروں اور مشرکوں کو ان کے کفر اور شرک کی سزا ملے گی؟

ج: اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں جان دی، ان میں سے کوئی اگر اپنے آپ کو سزا سے بچانے کے لیے روئے زمین بھر سونا بھی دے گا تو اسے قبول نہ کیا جائے گا۔

عبادات

س: اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو کس لیے پیدا کیا ہے؟
ج: اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت، کے لیے پیدا کیا ہے۔
س: عبادت کے کیا معنی ہیں؟
ج: عبادت کے یہ معنی ہیں کہ ہم اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کریں اور ہماری تمام زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق بسر ہو۔
س: کیا ہمارے دنیاوی کاروبار بھی عبادت میں شمار کیے جاتے ہیں؟
ج: جی ہاں۔ ہمارے تمام اچھے کام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شمار کیے جاتے ہیں بشرطیکہ ہم یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کریں۔

س: ہمیں اپنا مکمل عبادت گزار بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا نظام قائم کیا ہے؟

ج: ہمیں اپنا مکمل اطاعت گزار بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ خاص عبادات ہم پر فرض کی ہیں جنہیں ارکانِ اسلام کہا جاتا ہے۔

س: ارکانِ اسلام کتنے ہیں اور ان کی تفصیل کیا ہے؟

ج: ارکانِ اسلام پانچ ہیں اور ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ کلمۂ طیبہ

اور یہ اسلام میں داخل ہونے کا اقرار ہے۔ اس کی تفصیل دوسرے باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

۲۔ دن رات میں پانچ وقت پابندی سے نماز پڑھنا۔

۳۔ رمضان المبارک کے مہینے کے روزے رکھنا۔

۴۔ اپنے مال کا حق ادا کرنا جسے شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ کہتے ہیں۔

۵۔ پوری عمر میں ایک مرتبہ حج کرنا، بشرطیکہ حج کے سفر کے اخراجات کی استطاعت ہو۔

س: یہ عبادات ہمیں کس مقصد کے لیے تیار کرتی ہیں؟

ج: یہ عبادات ہمیں اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ بناتی ہیں۔

س: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی عبادت فرض ہے؟

ج: جی ہاں۔ ان کے علاوہ ایک اور عبادت بھی مسلمانوں پر فرض ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جب ضرورت ہو، جہاد کرنا۔

س : جہاد کے کیا معنی ہیں؟

ج : جہاد کے معنی کوشش کرنا ہیں۔
لیکن شریعت کی اصطلاح میں اس سے ایسی کوشش مراد ہے جو حق کو غالب کرنے کے لیے کی جائے۔ اس کوشش میں جان اور مال کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔

س : جو لوگ راہِ حق میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں، انہیں اسلام میں کس نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

ج : ایسی قربانی پیش کرنے والوں کو شہید کہا جاتا ہے۔

س : شہید کے لفظی معنی کیا ہیں؟

ج : شہید کے لفظی معنی "گواہ" کے ہیں۔
اس سے مراد وہ مومن ہیں جو حق کی گواہی دیتے ہوئے اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔

نماز

پڑھنے کا طریقہ

س: اسلام کے جو پانچ ارکان بیان کیے گئے ہیں ان میں سرِ فہرست نماز ہے۔ اسے کس طرح ادا کیا جاتا ہے؟

ج: نماز شروع کرنے سے پہلے جسم کو پاک و صاف کیا جاتا ہے۔ اس طرح جسم کو پاک صاف کرنے کو وضو کرنا کہتے ہیں۔

س: وضو کیسے کیا جاتا ہے؟

ج: وضو درجِ ذیل طریقے سے کیا جاتا ہے:

۱۔ سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔

۲۔ منہ صاف کرنے کے لیے تین مرتبہ کلّی کی جاتی ہے۔

۳۔ ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا جاتا ہے۔

۴۔ چہرے کو ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھویا جاتا ہے۔

۵- دونوں بازو کہنیوں تک دھوئے جاتے ہیں۔

۶- پھر سر کا مسح کیا جاتا ہے۔

۷- سب سے آخر میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے جاتے ہیں۔

س: وضو کر لینے کے بعد ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

ج: وضو کرنے کے بعد ہمیں پاک صاف کپڑے پہن کر قبلہ رخ کھڑے ہو جانا چاہیے۔

س: نماز شروع کرنے کے لیے سب سے پہلے کون سے الفاظ ادا کیے جاتے ہیں؟

ج: نماز کی ابتدا "اللہُ اکبر" کہنے سے ہوتی ہے۔ اسے تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں۔ تکبیر کہتے وقت ہمیں نماز کی نیت بھی کرنی چاہیے اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے چاہییں۔

س: تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہمیں کیا پڑھنا چاہیے؟

ج: تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہمیں ہاتھ باندھ کر یہ دعا پڑھنی چاہیے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ؕ

ترجمہ: "اے میرے اللہ! تو پاک ہے اور تیرے لیے ہے ہر تعریف اور برکت والا ہے تیرا نام اور اونچی ہے تیری شان اور تیرے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

س: اس دعا کے بعد کیا پڑھنا چاہیے؟

ج: اس کے بعد قرآن مجید کی پہلی سورت یعنی سورت فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ اوراس کے ساتھ قرآن مجید کی کوئی دوسری چھوٹی سی سورت یا کسی بڑی سورت کی تین چار آیات ملا کر پڑھنی پڑتی ہیں اس کو قرأت کہتے ہیں جو درج ذیل ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۙ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۙ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۙ اٰمِیْن

ترجمہ: "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔ جزا کے دن یعنی قیامت کے دن کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان اچھے بندوں کے راستے پر جن پر تو نے اپنی نعمتیں نازل کیں، ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر تیرا غضب اور غصہ ہوا اور وہ گمراہ ہوئے (اے اللہ! میری یہ دعا قبول فرما)۔"

سورۃ فاتحہ کے ساتھ عام طور پر قرآن مجید کی یہ چھوٹی سورت ، جیسے

سورۂ اخلاص کہتے ہیں ملا لی جاتی ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

ترجمہ: "کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے (یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں جبکہ سب مخلوق اس کی محتاج ہے) نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی اس کے برابر ہے)۔

س: قرأت مکمل کر لینے کے بعد کیا کرنا چاہیے؟

ج: تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا جانا چاہیے۔

س: رکوع میں کیا پڑھا جاتا ہے؟

ج: رکوع میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھا جاتا ہے جس کے معنیٰ ہیں "پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے"۔ اسے تسبیح کہتے ہیں۔ تین مرتبہ تسبیح پڑھنے کے بعد رکوع سے اٹھ آنا چاہیے۔

س: رکوع سے اٹھتے وقت کیا پڑھنا چاہیے؟

ج: رکوع سے اٹھتے وقت سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پڑھا جاتا ہے جس کے معنی ہیں "اللہ تعالیٰ نے اس بندے کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

اور جب نمازی سیدھا کھڑا ہو جائے تو اسے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پڑھنا چاہیے جس کے معنی ہیں "اے ہمارے پروردگار! سب تعریفیں

تیرے ہی لیے ہیں"۔
اور اس کے فوراً بعد سجدے میں چلا جانا چاہیے۔

س: سجدے میں کیا پڑھا جاتا ہے؟

ج: سجدے میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (پاک ہے میرا پروردگار جو اونچی شان والا ہے) پڑھا جاتا ہے۔
دو سجدے پورے کیئے جاتے ہیں اور ان کے درمیان تھوڑا سا بیٹھا جاتا ہے۔

س: نماز کی ایک رکعت کب پوری ہوتی ہے؟

ج: دوسرا سجدہ پورا کرنے کے بعد نماز کی ایک رکعت مکمل ہو جاتی ہے۔
اور اسی طرح بقیہ رکعتیں پوری کی جاتی ہیں لیکن دوسری اور آخری رکعتوں کے بعد التحیات کے لیے بیٹھنا پڑتا ہے۔

س: التحیات میں کیا پڑھا جاتا ہے؟

ج: التحیات میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ۔

ترجمہ: "ادب و تعظیم کے سب کلمات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور تمام عبادتیں اور پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہیں۔ اے نبیؐ! تم پر اللہ کی سلامتی، اس کی رحمت اور برکت ہو اور ہم

پر بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے سلامتی ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی“۔

اس کے بعد تشہّد پڑھا جاتا ہے۔

س: تشہّد کیا ہوتا ہے؟

ج: تشہّد کے معنی حق کی گواہی کے ہیں اور یہ گواہی ان الفاظ میں دی جاتی ہے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط

ترجمہ: ”میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا، عبادت کے لائق کوئی نہیں اور میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں“۔

س: کیا اس کے بعد نماز مکمل ہو جاتی ہے؟

ج: اگر نماز کی دو رکعتیں ہوں تو پھر تشہّد کے بعد درود اور دعا بھی پڑھنی چاہیے۔

س: درود اور دعا کس طرح پڑھنی چاہیے؟

ج: پہلے درود پڑھنا چاہیے جس کے الفاظ یوں ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ہ

ترجمہ: ”اے اللہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی آل پہ خاص

رحمت فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر رحمت فرمائی۔ تو بڑی تعریفوں والا ہے اور بزرگی والا ہے"۔

دوسرے درود کی عبارت یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

ترجمہ: "اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپؐ کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرمائیں۔ تو بڑی تعریفوں والا ہے اور بزرگی والا ہے"۔

س: درود کے بعد دعا کونسی پڑھنی چاہیے؟

ج: دونوں درودوں کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

ترجمہ: "اے میرے پروردگار! آپ مجھے اور میری نسل کو نماز قائم کرنے والا بنا دیجیے۔ اے رب! میری دعا کو قبول کر لیجیے اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو قیامت کے دن بخش دے"۔

س: نماز کا اختتام کس طرح کیا جاتا ہے؟

ج: دعا پڑھ لینے کے بعد پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف منہ کر کے

یہ الفاظ کہے جاتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

ترجمہ: "آپ پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو"۔

س: کیا نماز کی صرف دو رکعتیں ہوتی ہیں یا کم زیادہ؟

ج: بعض نمازوں کی دو رکعتیں، شام کی فرض نماز کی اور عشا کی وتر کی نماز کی تین تین رکعتیں اور بعض نمازوں کی چار چار رکعتیں ہوتی ہیں۔

س: تین اور چار رکعتوں والی نماز کی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

ج: اس صورت میں دو رکعتوں کے بعد تشہّد پڑھ کر اٹھ کھڑا ہونا چاہیے اب اگر نماز تین رکعتوں پر مشتمل ہے تو تشہّد، درود اور وہ دعا جو دو رکعتوں والی نماز کے مکمل کرنے کے لیے بنائی گئی ہے اسے دوبارہ تیسری رکعت میں پڑھنا چاہیے۔ اسی طرح اگر نماز چار رکعتوں والی ہے تو پھر بھی یہ سب کچھ چوتھی رکعت میں دُہرانا چاہیے۔

فرض نماز
اور
نفل نماز

س: مسلمانوں پر ایک دن رات میں کتنی نمازیں فرض ہیں؟
ج: مسلمانوں پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔
س: یہ نمازیں کس کس وقت پڑھنی چاہییں؟
ج: یہ نمازیں مندرجہ ذیل اوقات پر ادا کرنی چاہییں:

۱۔ صبح کی نماز

یہ نمازِ فجر کے نام سے مشہور ہے۔ صبح طلوع ہونے سے سورج نکلنے تک پڑھنی چاہیے۔

۲۔ ظہر کی نماز

یہ نماز سورج ڈھلنے سے لے کر اس

وقت تک پڑھنی چاہیے جب تک کہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔

۲۔ عصر کی نماز

اس کا وقت سورج غروب ہونے سے دو گھنٹے پہلے شروع ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے تک رہتا ہے۔

۴۔ مغرب کی نماز

یہ نماز سورج غروب ہونے کے فوراً بعد ادا کی جاتی ہے۔

۵۔ عشاء کی نماز

جب رات کا مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو اس وقت سے لے کر سونے تک، عام طور پر نمازِ مغرب کے دو گھنٹے بعد اس نماز کا وقت شروع ہوتا ہے۔

س: کیا مختلف نمازوں میں رکعتوں کی تعداد کم و بیش ہے؟

ج: جی ہاں۔ مختلف نمازوں میں رکعتوں کی تعداد کم و بیش ہے۔ ان میں سے کچھ رکعتیں فرض نماز کی ہیں کچھ سنّت کی اور کچھ نفل نمازیں ہیں۔

س: مختلف نمازوں میں رکعتوں کی تفصیل کیا ہے؟

ج: ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

	فرض رکعتیں	سنّت رکعتیں
۱۔ نمازِ فجر	۲	۲۔ فرضوں سے پہلے
۲۔ نمازِ ظہر	۴	۴۔ " "
		۲۔ فرضوں کے بعد
۳۔ نمازِ عصر	۴	۴۔ فرضوں سے پہلے
۴۔ نمازِ مغرب	۳	۲۔ فرضوں کے بعد
۵۔ نمازِ عشاء	۴	۲۔ " "
		اور ۳۔ رکعت وتر

س: ان نمازوں کے ساتھ نفل رکعتوں کی تعداد نہیں بتائی گئی؟

ج: نفل رکعتوں کی تعداد مختلف ہے اور آپ کو اختیار ہے چاہے آپ پڑھیں، چاہے چھوڑ دیں لیکن فرض اور سنّت رکعتیں ترک کرنے سے انسان سخت گنہ گار ہوتا ہے۔

س: جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیسے پڑھی جاتی ہے؟

ج: جمعہ کے دن چونکہ نماز ادا کرنے والوں کا مجمع زیادہ ہوتا ہے اس لیے ظہر کی ۴ فرض رکعتوں کی بجائے صرف ۲ رکعتیں ادا کی جاتی ہیں۔

س: کیا ان کے علاوہ کوئی اور نمازیں بھی ہیں؟

ج: جی ہاں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی نمازیں ہیں جو خاص مواقع پر پڑھی جاتی ہیں مثلاً عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں جو ان خوشی کے

تہواروں پر ادا کی جاتی ہیں اور نمازِ جنازہ، جو کسی مسلمان کی وفات پر پڑھی جاتی ہے۔

س: کیا سفر کی حالت میں بھی یہ سب نمازیں پڑھنی چاہییں؟

ج: جی ہاں۔ سفر کی حالت میں بھی یہ نمازیں پڑھنی چاہییں لیکن سفر کی مشکلات اور پریشانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان نمازوں میں کچھ رعایت ہو جاتی ہے۔

س: سفر کی حالت میں نمازوں میں کیا رعایت برتی جاتی ہے؟

ج: سفر کی حالت میں صرف فرض نماز ادا کرنی چاہیے اور وہ بھی صرف دو ۲ رکعت۔ مثلاً ظہر، عصر اور عشا کی نماز کے ۴ فرض رکعتیں ہیں لیکن مسافر کو صرف دو ۲ رکعتیں پڑھنی چاہییں۔ البتہ شام کی نماز کی وہ ۳ رکعتیں ادا کرے گا کیونکہ ان کا نصف نہیں ہو سکتا۔ فجر کی ویسے ہی دو رکعتیں ہیں جو پوری پڑھی جاتی ہیں۔

س: شریعت اسلامی میں مسافر کسے کہتے ہیں؟

ج: ویسے تو جو شخص بھی سفر میں ہو، اسے مسافر سمجھا جاتا ہے۔ زمانۂ قدیم میں جب آمد و رفت کے موجودہ ذرائع نہیں تھے، ۴۸ میل کے سفر کی نیت کرنے والے کو مسافر سمجھا جاتا تھا۔

س: کیا ریل کے سفر کے دوران بھی اس شرعی اجازت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟

ج: جی ہاں۔ ریل کے سفر کے دوران بھی اس اجازت سے فائدہ اٹھایا جا

سکتا ہے کیونکہ وہ بھی تو سفر ہے۔

س: ریل میں سفر کرتے ہوئے اگر نماز کا وقت آجائے تو مسافر کو کیا کرنا چاہیے؟

ج: وہ ریل کے اندر نماز پڑھ سکتا ہے۔ کھڑا ہونے کی جگہ نہ ہو تو بیٹھ کر ایسا کر سکتا ہے۔ قبلہ کی طرف رُخ ممکن ہو تو بہتر ورنہ جس طرف بھی رُخ ہو جائے نماز پڑھ لے۔

س: اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی نماز نہ پڑھ سکے اور اس نماز کا وقت ختم ہو جائے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

ج: اس نماز کو قضا پڑھ لینا چاہیے اور اس کے لیے وقت کی کوئی قید نہیں۔ صرف فرض رکعتیں قضا کرنی پڑتی ہیں۔

س: کن حالتوں میں نماز میں تاخیر کی جا سکتی ہے؟

ج: کھانا تیار ہو اور آدمی کو سخت بھوک لگی ہو تو پہلے کھانا کھا کر بعد میں نماز پڑھ لینی چاہیے بشرطیکہ اس نماز کا وقت نکل جانے کا خوف نہ ہو۔ اسی طرح رفع حاجت کا معاملہ ہے۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں کوئی بھی شخص اطمینان سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

س: اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو ثناء کے بعد کیا پڑھنا چاہیے؟

ج: اگر نماز رات کے وقت کی ہو اور امام اونچی آواز سے قرأت کرے تو خود خاموش رہ کر امام کی قرأت کو سننا چاہیے۔

س: جمعۃ المبارک کی نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

ج: اگرچہ ظہر کی فرض رکعتیں ۴ ہیں لیکن چونکہ جمعہ کے دن کافی اژدحام ہوتا ہے اس لیے شریعت اسلامی نے اس دن کی نماز بھی نصف کر دی یعنی ۴ کے بجائے ۲ رکعتیں پڑھنی چاہییں۔ تاہم نماز سے پہلے جمعہ کا خطبہ سننا ضروری ہے۔

س: جمعہ کی نماز کس طرح ادا کی جائے؟

ج: جمعہ کو اسلامی معاشرے میں چھوٹی عید سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس دن مسلمان کام سے آرام کرتے ہیں۔ غسل کر کے پاک صاف کپڑے پہنتے ہیں۔ نماز پر جانے سے پہلے خوشبو لگاتے ہیں۔ مسجد میں امام کا خطبہ خاموشی سے سنتے ہیں اور پھر اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نماز ظہر کے قائم مقام ہوتی ہے اور اس دن اس کے علیحدہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

س: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی نمازیں ہیں؟

ج: اگر مومن ان نمازوں کو پابندی سے ادا کر سکیں تو یہ ان کے لیے کافی ہیں۔ تاہم بعض نیک لوگ ان کے علاوہ کچھ نفل نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ مثلاً صبح کی نماز سے پہلے تہجد کی نماز ـــــ صبح کی نماز سے ایک دو گھنٹے بعد چاشت کی نماز اور سورج نکلنے سے دس پندرہ منٹ بعد اشراق کی نماز۔ یہ سب نفل نمازیں ہیں اور انہیں نفل نمازوں کی طرح پڑھا جاتا ہے۔

رمضان المبارک میں تراویح کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے۔ اس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

س: نمازِ جنازہ کس طرح ادا کی جاتی ہے؟

ج: نمازِ جنازہ میں کھڑے کھڑے چار تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ اس نماز میں رکوع یا سجدہ نہیں کیا جاتا۔

س: یہ تکبیریں کس طرح کہی جاتی ہیں؟

ج: امام میت کے سینے کے مقابل کھڑا ہو کر نماز کی نیت کر کے ایک تکبیر پڑھتا ہے۔

س: کیا امام کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کو بھی یہ تکبیر کہنی چاہیے؟

ج: جی ہاں۔ انہیں بھی آہستہ سے یہ تکبیر کہنی چاہیے۔ پھر اس کے بعد یہ ثناء پڑھنی چاہیے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

ترجمہ: "اے اللہ تعالیٰ! تو اپنی تعریفوں کے ساتھ بلند و پاک ہے تیرا نام برکت والا ہے اور بلند ہے تیری شان۔ تیری تعریف بہت بڑی ہے اور تیرے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں۔"

اس ثناء کے خاتمے کے ساتھ ہی دوسری تکبیر کہی جاتی ہے۔

س: دوسری تکبیر کے بعد کیا پڑھا جاتا ہے؟

ج: دوسری تکبیر کے بعد وہی درود شریف پڑھا جاتا ہے جو عام نمازوں کی

آخری رکعت میں پڑھا جاتا ہے۔

روایت بیان کی جاتی ہے کہ کسی دعا سے پہلے درود شریف پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ وہ دعا قبول فرما لیتا ہے۔

درود شریف کے بعد تیسری تکبیر کہی جاتی ہے۔

س: تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے کون سی دعا کی جاتی ہے؟

ج: تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے یہ دعا کی جاتی ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا۔ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔

ترجمہ: "اے اللہ! تو بخش دے ہمارے زندہ لوگوں کو اور مردہ لوگوں کو اور ہمارے موجود لوگوں کو اور وہ جو موجود نہیں ہیں اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو۔ ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو۔ اے اللہ! تُو جسے چاہے اسلام پہ زندہ رکھ اور جسے تو وفات دے اسے ایمان پر وفات دے۔"

اس کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر دائیں بائیں سلام کہتے ہوئے منہ پھیرا جاتا ہے۔

س: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی نماز ہے؟

ج: ان کے علاوہ بھی کچھ نفل نمازیں ہیں۔ مثلاً:

نمازِ استسقاء : بارش کے لیے دعا۔
نمازِ کسوف وخسوف : سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت کی نمازیں۔
نمازِ حاجت وغیرہ۔
لیکن ان کی ضرورت کبھی کبھی محسوس ہوتی ہے اور وہ بھی چند لوگوں کے ادا کرنے سے یہ ادا ہو جاتی ہیں اس لیے ان کے بارے میں تردّد کی ضرورت نہیں۔

س : اگر کبھی کبھار اس قسم کی نمازیں ادا کرنے کی ضرورت در پیش آجائے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج : یہ نمازیں چونکہ جماعت سے ادا کی جاتی ہیں اس لیے امام کی تقلید کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کی طرح پڑھ لینی چاہییں۔

روزہ

اور اعتکاف

س: روزہ کس قسم کی عبادت ہے؟

ج: روزہ جسمانی عبادت ہے اور تیسرا اسلامی رُکن شمار ہوتا ہے۔

س: مسلمانوں پہ روزے کب فرض ہوئے تھے؟

ج: روزے، مدینہ شریف میں فرض ہوئے تھے اور اس بارے میں حکم سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۸۳ میں نازل ہوا ہے۔

س: روزے کب رکھے جاتے ہیں؟

ج: روزے اسلامی مہینے "رمضان" میں سارے مہینے کے رکھے جاتے ہیں۔

س: روزہ کس طرح رکھا جاتا ہے؟

ج: روزہ رکھنے کے لیے صبح طلوع ہونے سے پہلے کھایا پیا جاتا ہے۔

اسے سحری کہتے ہیں۔ پھر سارا دن کچھ کھایا پیا نہیں جاتا بلکہ سورج غروب ہونے کے بعد روزہ افطار کیا جاتا ہے۔

س: کیا کھانے پینے کے علاوہ کسی اور چیز سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج: جی ہاں۔ بُرے کام کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے ہر قسم کے بُرے کاموں سے بچنا چاہیے۔

س: روزہ کے دوران بھوک برداشت کرنے سے ہمیں کس چیز کا احساس ہوتا ہے؟

ج: اس سے ہمیں غریب لوگوں کی بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ صبر کی طاقت پیدا ہوتی ہے اور ہم مشکلات برداشت کرنے کے عادی بن جاتے ہیں۔

س: کیا مریض اور بوڑھے لوگوں پر بھی روزے فرض ہیں؟

ج: جی ہاں۔ فرض تو ہیں لیکن مریض کو اجازت ہے کہ بیماری سے تندرست ہونے کے بعد روزے پورے کرلے۔ ہاں اگر کسی بوڑھے مسلمان کی طاقت جواب دے چکی ہو تو اس پر روزے فرض نہیں ہیں۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزہ دار کی بابت کیا فرمایا جو بُرے کاموں سے نہیں رُکتا؟

ج: آپؐ نے فرمایا کہ:

"جو شخص جھوٹ اور فریب کے کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس امر کی ضرورت نہیں کہ وہ خواہ مخواہ کھانا پینا چھوڑ دے"۔

س: روزہ سے انسان کی کیا اصلاح ہوتی ہے؟

ج: روزہ سے انسان کی ظاہری اور باطنی ہر قسم کی اصلاح ہوتی ہے۔

س: کیا روزہ ہماری صحت کے لیے بھی مفید ہے؟

ج: جی ہاں۔ خوراک پر کنٹرول کرنے سے کئی بیماریوں کا خود بخود علاج ہو جاتا ہے۔ روزے کے دوران خوراک میں اعتدال اور باقاعدہ وقفہ معدے اور انتڑیوں کو سکون پہنچاتا ہے اور جسم کی اندرونی صفائی ہوتی ہے جس سے انسان کا نظامِ ہاضمہ درست ہو جاتا ہے۔

س: کیا دن کا روزہ رکھنے کے لیے کوئی تیاری بھی کرنا پڑتی ہے؟

ج: اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:
"دن کو روزہ رکھا جائے اور رات کو قیام"۔
رات کے اس قیام کے لیے تراویح کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

س: تراویح کی نماز کس طرح ادا کی جاتی ہے؟

ج: تراویح چونکہ نفل نماز ہے اس لیے یہ دو دو رکعتوں کی صورت میں ادا کی جاتی ہے۔

س: اس نفل نماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟

ج: حنفی فقہ پر عمل کرنے والوں کے نزدیک اس کی بیس ۲۰ رکعتیں ہیں۔ جبکہ اہلِ حدیث علماء کا استدلال ہے کہ اس بارے میں کوئی روایت صحیح نہیں اس لیے وہ نمازِ تراویح ادا نہیں کرتے۔ تاہم ان میں سے کچھ لوگ ۸ رکعتیں نمازِ تراویح ادا کرتے ہیں اور وہ اسے صبح کی نمازِ

تہجد کے قائم مقام سمجھتے ہیں۔

س: تراویح پڑھنے کے بعد کیا کرنا چاہیے؟

ج: اگلے دن روزہ رکھنے کی نیّت کرنی چاہیے۔

نیّت کے الفاظ یہ ہیں:

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَان

س: کیا ماہِ رمضان کے علاوہ بھی دوسرے مہینوں میں روزے رکھے جا سکتے ہیں۔

ج: جی ہاں۔ سارے سال میں کسی بھی دن روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ تاہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزے رکھنے جائز نہیں۔

س: کیا روزہ افطار کرنے کی بھی کوئی نیّت ہے؟

ج: جی ہاں۔ روزہ افطار کرتے وقت نیّت کی جاتی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک صرف دل ہی میں یہ نیّت کی جا سکتی ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک یہ الفاظ کہنے کی ضرورت ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ عَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

ترجمہ: "اے اللہ تعالیٰ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا۔ تجھی پر میرا یقین ہے اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔"

س: جن لوگوں کو روزہ رکھنے میں مشکل پیش آئے یعنی روزہ تو وہ رکھ سکتے ہیں لیکن ایسا کرتے ہوئے انہیں غیر معمولی تکلیف برداشت کرنی

پڑتی ہے تو انہیں کیا کرنا چاہیے؟

ج: یہ لوگ ایک مسکین کو کھانا کھلا کر روزے کا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اہلِ ایمان کو روزہ رکھنے کی ترغیب دلائی؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے روزے رکھے،
اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دے گا"

س: اگر ماہِ رمضان کے روزے کسی شرعی عذر کی بناء پر چھوٹ جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟

ج: نماز کی طرح ان روزوں کی بھی قضا کرنا چاہیے یعنی سال کے کسی دوسرے مہینے میں یہ روزے پورے کر لینے چاہییں۔

س: کن باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

ج: بھول کر کچھ کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح آنکھوں میں سرمہ لگانے یا ٹیکہ لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

س: کچھ لوگ رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزے رکھتے ہیں اور ان کا یقین ہے کہ اس طرح انہیں سارے سال کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے؟

ج: حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ان روزوں کا کوئی ثبوت نہیں۔

س: اگر کوئی جان بوجھ کر روزہ توڑ دے تو اسے کیا جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے؟

ج: اسے جرمانے کے طور پر ساٹھ روزے رکھنے پڑتے ہیں۔

س: رمضان المبارک کے آخری نو یا دس دنوں میں کچھ لوگ مساجد میں اعتکاف بیٹھتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

ج: اعتکاف کے لفظی معنی بیٹھنے کے ہیں اور عام طور پر متقی قسم کے لوگ رمضان المبارک کی آخری دہائی میں محلے کی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھتے ہیں اور دن رات مسجد میں ہی گزارتے ہیں۔ ان کے لیے کسی ذاتی ضرورت کے لیے بھی گھر آنا مناسب نہیں۔ وہ یہ سارا وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزارتے ہیں۔

س: کیا صحابہ کرامؓ بھی اعتکاف بیٹھا کرتے تھے؟

ج: روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے اواخر میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے لیکن امام مالکؒ کی تحقیق یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی اعتکاف میں نہیں بیٹھتا تھا۔

س: اعتکاف کا آغاز کس وقت ہوتا ہے؟

ج: اعتکاف کا آغاز رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو مغرب کی نماز سے ذرا پہلے کیا جاتا ہے اور اچھا یہ ہے کہ یہ اعتکاف کسی ایسی مسجد میں بیٹھا جائے جہاں پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہو۔

س: کیا مسجد میں اعتکاف کرنے والا خرید و فروخت کر سکتا ہے یا سامان،

تجارت مسجد میں لاسکتا ہے؟

ج: وہ مسجد میں سامانِ تجارت نہیں لاسکتا۔ تاہم زبانی خرید وفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

س: کیا اعتکاف روزے کے بغیر بھی بیٹھا جاسکتا ہے؟

ج: جی نہیں۔ روزوں کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا۔

س: عورت کا اعتکاف کس طرح ہوتا ہے؟

ج: عام طور پر عورتیں اپنے گھروں میں اعتکاف بیٹھتی ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے اعتکاف کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی۔ ایک مرتبہ آپؐ نے اعتکاف کی تیاری فرمائی تو کچھ ازواجِ مطہراتؓ نے بھی مسجدِ نبویؐ میں اپنے خیمے نصب فرمادیے۔ آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا اور اُس سال خود بھی اعتکاف نہ بیٹھے۔

س: کیا دس دن سے کم وقت کے لیے بھی اعتکاف بیٹھا جاسکتا ہے؟

ج: اعتکاف کا لفظی معنی "بیٹھنا" ہے اور اس کی کوئی بھی مدت ہوسکتی ہے ایک دن بھی اور دس دن بھی!

زکوٰۃ

اور نظامِ زکوٰۃ

س: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نماز، روزے کے بعد زکوٰۃ فرض کی ہے اس کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟

ج: زکوٰۃ اسلام کا ایک بہت بڑا رکن ہے۔ اسے رکن اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ یہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کی خاطر، قربانی اور ایثار کی صفت پیدا کرتا ہے۔

س: کیا زکوٰۃ تمام مسلمانوں پر فرض ہے؟

ج: جی نہیں۔ زکوٰۃ صرف امیر لوگوں پر فرض ہے تاکہ ان سے یہ رقم اکٹھی کر کے معاشرہ کے غریب افراد کی مدد کی جا سکے۔

س: زکوٰۃ سال میں کتنی مرتبہ ادا کرنی پڑتی ہے؟

ج: زکوٰۃ سال میں صرف ایک مرتبہ ادا کرنی پڑتی ہے۔

س: زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جاتی ہے؟

ج: اپنی آمدنی کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرنا پڑتا ہے۔
مثلاً اگر کسی مسلمان بھائی کی سالانہ آمدنی ۴ ہزار روپے ہو تو اسے ایک صد روپے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

س: کتنی آمدنی پر زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے؟

ج: جس زمانے میں زکوٰۃ کا نصاب مقرر کیا گیا تھا اس وقت روپے پیسے کا رواج نہیں تھا مال و دولت چاندی اور سونے کی صورت میں جمع کیا جاتا تھا۔ جس کے پاس ۵۲½ تولے چاندی ہوتی یا ۷½ تولے سونا ہوتا، اسے زکوٰۃ ادا کرنی ہوتی تھی۔

س: موجودہ دور میں نقد روپے کی صورت میں اس کی کیا حد ہوگی؟

ج: اگر چاندی کو معیار بنایا جائے تو کم از کم حد چار ہزار روپے کے لگ بھگ قرار پاتی ہے اور سونے کی حد بیس ہزار روپے جا بنتی ہے لیکن عام طور پر چاندی والی حد کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ بنکوں سے جو زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے اس میں بھی اسی حقیقت کو مدِنظر رکھا گیا ہے اور نصاب کی حد تین ہزار روپے مقرر کی گئی ہے۔

س: زکوٰۃ کس سن ہجری میں فرض ہوئی؟

ج: زکوٰۃ مدینہ منوّرہ میں ۳ھ میں فرض ہوئی۔ اس وقت ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آچکا تھا جس کے اخراجات پورے کرنے کے لیے مال کی ضرورت محسوس ہوئی اور یہ مال زکوٰۃ کے حکم کے تحت جمع کیا گیا۔

س: زکوٰۃ کی وصولی کے بارے میں قرآن کا کیا حکم ہے؟

ج: قرآن مجید کے مطابق زکوٰۃ کی وصولی اسلامی حکومت کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (التوبہ: ۱۰۳)

ترجمہ: "اے نبیؐ! ان کے مال سے صدقہ وصول کرو"۔

س: کیا صرف وہی اسلامی حکومت زکوٰۃ کی وصولی کا حق رکھتی ہے جو "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کے نمونے پر قائم ہو یا مسلمانوں کی غیر اسلامی حکومت بھی زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے؟

ج: دراصل زکوٰۃ اسلامی حکومت کی آمدنی کا ایک ذریعہ تھا نہ کہ خیرات قسم کی چیز، جیسا کہ آجکل سمجھ لیا گیا ہے۔ اس لیے جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ کیا شرابی حکمرانوں کو بھی زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے تو آپ نے کہا۔ ہاں۔ کیونکہ زکوٰۃ حکومت کا حق ہے۔

س: کہا جاتا ہے کہ زکوٰۃ صرف مقررہ مدات پر خرچ ہو سکتی ہے۔ وہ مدیں کونسی ہیں؟

ج: اس بارے میں قرآن مجید کا ارشاد یہ ہے کہ:

"صدقات یعنی زکوٰۃ تو فقراء اور مساکین کے لیے ہے اور ان لوگوں کے لیے جو زکوٰۃ وصول کرنے اور تقسیم کرنے پر مقرر ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب منظورِ خاطر ہو اور غلام آزاد کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے راستے اور

مسافروں کے لیے ہے"۔

س: اس ارشادِ ربانی میں فقیر سے کیا مراد ہے؟

ج: فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی معیشت کے لیے دوسروں کی مدد کا محتاج ہو۔ یہ لفظ تمام حاجتمندوں کے لیے عام ہے۔ چاہے وہ جسمانی نقص یا بڑھاپے کی وجہ سے محتاجِ اعانت ہو گئے ہوں یا کسی عارضی سبب سے بردست مدد کے محتاج ہوں۔

س: مسکین کون لوگ ہوتے ہیں؟

ج: شریعتِ اسلامی میں مسکین سے مراد ایسا شخص ہے جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا اور نہ پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے۔

س: عاملینِ زکوٰۃ سے کون لوگ مراد ہیں؟

ج: ان سے مراد وہ سرکاری ملازم ہیں، جن کے سپردِ نظامِ زکوٰۃ کا ادارہ ہوتا ہے۔ ان میں تحصیلدار، پٹواری اور محکمۂ مال کے دوسرے ملازم یعنی خزانچی، محاسب وغیرہ شامل ہیں۔ ایسے لوگ چاہے فقیر و مسکین ہوں اور چاہے غنی اور دولتمند ہوں، ان کی تنخواہ زکوٰۃ سے ادا کی جائے گی۔

س: کیا حکومت کے دوسرے ملازمین کے اخراجات بھی زکوٰۃ کے فنڈ سے ادا کیے جا سکتے ہیں؟

ج: جن فقہا نے دولتمند عاملین زکوٰۃ کے لیے اس مد سے لینا جائز

قرار دیا ہے انھوں نے قاضی اور اس قسم کے دوسرے ملازمین کو کہ جن سے عامۃ المسلمین کو فائدہ پہنچتا ہے اس کا حقدار قرار دیا ہے۔

س: مؤلفۃ القلوب سے کون سے لوگ مراد ہیں؟

ج: یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہوتی ہے۔

تالیفِ قلب کے معنی ہیں "دل جوڑنا"۔ اس مد سے مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں اور مال دے کر ان کے جوشِ عداوت کو ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے یا جو لوگ کفار کے کیمپ میں ایسے ہوں کہ مال دے کر انہیں ساتھ ملایا جاسکتا ہو یا جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں اور ان کی سابقہ عداوت یا ان کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے اندیشہ ہو کہ اگر مال سے ان کی مدد نہ کی گئی تو وہ پھر کفر کی طرف لوٹ جائیں گے تو زکوٰۃ کے فنڈ سے ان کی مدد کی جاسکتی ہے۔

س: زکوٰۃ کے مصارف کی پانچویں شق فی الرّقاب بتائی گئی ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

ج: اس سے مراد گردنیں چھڑانے میں زکوٰۃ کا استعمال کرنا ہے۔ گردنیں چھڑانے سے مراد غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے مالِ زکوٰۃ کا استعمال کرنا ہے۔ اگرچہ اس جدید دور میں غلامی کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن ہمارے ملک کے بہت سے علاقوں میں بڑے بڑے زمینداروں کے مزارعین عملاً غلاموں سے بھی بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ اس

مد سے ان کی مدد کی جا سکتی ہے۔

س: زکوٰۃ کے اخراجات کی چھٹی مد قرضدار ہیں۔ ان کی کس طرح مدد کی جائے؟

ج: زکوٰۃ سے ایسے قرضداروں کی مدد کی جا سکتی ہے جو اگر اپنے مال سے پورا قرض ادا کر دیں تو ان کے پاس نصابِ زکوٰۃ سے کم مال بچتا ہو۔

س: زکوٰۃ کا ساتواں مصرف فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ بتایا گیا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

ج: اس کے لفظی معنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ عام اصطلاح ہے اور نیکی کے وہ تمام کام جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو، اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہیں۔

س: اس مفہوم کی روشنی میں کن کن لوگوں کی زکوٰۃ کے فنڈ سے مدد کی جا سکتی ہے؟

ج: اس کی جو تشریح امام فخرالدین رازیؒ نے فرمائی ہے وہ جامع و مانع سمجھی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"اس لفظ کے ظاہر سے یہ لازم نہیں آیا کہ یہ مد تمام تر فوجی اخراجات کے لیے مخصوص ہے۔ اسی وجہ سے علامہ قفّال نے اپنی اس تفسیر میں بعض فقہاء کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ صدقات کو تمام مصارفِ خیر مثلاً مُردوں کی تجہیز و تکفین، فوجی چھاؤنیوں کی تعمیر، مساجد کی آبادکاری پہ خرچ کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔

کیونکہ فی سبیل اللہ کے الفاظ سب کے لیے عام ہیں۔

س: زمانۂ جدید کے علماء زمانۂ جدید کے تقاضوں کے مطابق اس کی کیا تشریح کرتے ہیں؟

ج: مصر کے مشہور عالمِ دین علامہ رشید رضا فرماتے ہیں کہ:

"فی سبیل اللہ سے مراد وہ تمام شرعی مصالح ہیں جن پر دین و حکومت کا انحصار ہے۔ ان میں سب سے اوّل اور سب پر مقدم یہ ہے کہ جنگ کی تیاری کے لیے اسلحہ خریدا جائے۔ فوج کے لیے غذائی سامان فراہم کیا جائے۔ ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا جائے۔ غازیوں کو سامانِ جہاد مہیا کیا جائے۔

س: زکوٰۃ کا آخری مصرف ابن السبیل بتایا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

ج: اس لفظ کے لغوی معنی تو مسافر کے ہیں لیکن مسافر کی مدد کے بارے میں ہمارے ہاں یہ محدود تصوّر پیدا ہو گیا ہے کہ اگر کسی مسافر کے کرائے میں تھوڑی بہت رقم کم ہو جائے تو اس کی مدد کر دی جائے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اور سفر کے لیے جو بھی سہولتیں میسّر کی جائیں وہ سب اسی ذیل میں آتی ہیں۔

س: زکوٰۃ کس طرح سماجی برائیاں ختم کرتی ہے؟

ج: زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے کے تمام افراد کی ضروریات پوری کی جائیں تو جرائم خاص کر چوری کی وارداتوں میں بڑی حد تک کمی واقع ہو جائے گی۔

س: اگر کوئی صاحبِ مال، نقد رقم رکھنے کی بجائے کوئی جائداد مثلاً مکانات یا کارخانے خرید لے تو کیا اس پر زکوٰۃ نافذ ہوگی؟

ج: ہمارے ہاں عام طور پر مکانات اور کارخانوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے لیکن نقد رقم کی شکل بدلنے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوسکتی تمام ایسے مکانات، کارخانے یا دوسری جائداد جو تجارتی مقاصد کے لیے استعمال کی جاتی ہے، اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

س: نظامِ زکوٰۃ سے کیا مراد ہے؟

ج: نظامِ زکوٰۃ سے مراد اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام ہے یعنی وہ نظام جس سے اسلامی حکومت کے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔

س: کیا صرف زکوٰۃ کی آمدنی سے حکومتوں کے اتنے بڑے اخراجات پورے ہوسکتے ہیں؟

ج: اگر اسلامی احکامات پر عمل کیا جائے تو حکومت کا نظام سادہ ہو جاتا ہے اور اس کے اخراجات نظامِ زکوٰۃ سے پورے کیے جاسکتے ہیں۔

س: کیا نظامِ زکوٰۃ میں زکوٰۃ کے علاوہ کسی دوسری مد سے بھی آمدنی حاصل ہوتی ہے؟

ج: عام زکوٰۃ کے علاوہ نظامِ زکوٰۃ کی مندرجہ ذیل مدیں ہیں:

۱۔ عشر
۲۔ خراج
۳۔ خمس

۴۔ عشور

س: عشر کون سی مد کی آمدنی ہے؟

ج: عشر زمین کی پیداوار کے دسویں حصے کو کہتے ہیں۔

ابتدائے اسلام میں عرب کی تمام اراضی سے یہ ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ عرب کے علاوہ دوسرے ممالک کی اراضی سے خراج وصول کیا جاتا ہے۔

س: خراج سے کیا مراد ہے؟

ج: خراج کے لفظی معنی زمین کی پیداوار کی بٹائی کے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب بہت سے ممالک فتح ہوئے اور مسلمانوں کو سرحدوں کی حفاظت کے لیے فوج رکھنی پڑی تو حضرت عمرؓ نے تمام مفتوحہ ممالک کی اراضی کو بیت المال کی ملکیت قرار دے دیا اور جو کاشت کار ان پہ کام کرتے ان سے پیداوار کا ایک حصہ بطور خراج وصول کیا جاتا۔ ان اراضیات سے اتنا زیادہ خراج وصول ہوتا تھا کہ حکومت کے تمام اخراجات کے لیے کفایت کرتا تھا۔

س: خمس سے کیا مراد ہے؟

ج: خمس سے مراد پانچواں حصہ ہے اور مالِ غنیمت اور کانوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر وصول کیا جاتا تھا۔

اب زمانۂ جدید میں لڑائیوں سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کا تصوّر ختم ہو چکا ہے لیکن مختلف دھاتوں کی کانوں سے پانچواں حصہ حکومت حاصل کرے گی۔

س: عشور سے کیا مراد ہے؟

ج: عشور سے مراد کسٹم ڈیوٹی ہے۔

ابتدا میں مسلمان تاجروں سے زکوٰۃ کی شرح سے کسٹم ڈیوٹی وصول کی جاتی تھی لیکن جب یہ بات حضرت عمرؓ کے نوٹس میں لائی گئی کہ غیر مسلم ممالک دس فیصد کسٹم ڈیوٹی وصول کرتے ہیں تو آپ نے بھی یہ شرح دس فیصد کر دی۔

س: ہمارے ہاں تو حکومت صرف بنکوں میں جمع شدہ رقم سے زکوٰۃ کاٹتی ہے کیا دوسرے مال پر زکوٰۃ نہیں ہے؟

ج: زکوٰۃ تو ہر قسم کے مال پر ہے لیکن چونکہ ہمارے ہاں ابھی تک عملی طور پر سرمایہ داری نظام چل رہا ہے اس لیے مکمل طور پر نظامِ زکوٰۃ نافذ نہیں ہوا۔ یہ نظام مکمل طور پر نافذ ہوگا تو پھر ہر قسم کے مال سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی، مثلاً کارخانے وغیرہ۔

س: کیا نظامِ زکوٰۃ کی ان مدات کے علاوہ دنیاوی ٹیکس بھی نافذ ہو سکتے ہیں؟

ج: ایک اسلامی حکومت میں نظامِ زکوٰۃ سے اتنی زیادہ آمدنی حاصل ہو جاتی ہے کہ کسی دنیاوی ٹیکس کی ضرورت نہیں اس لیے امت مسلمہ کے فقہا کا یہ متفقہ فتویٰ ہے کہ نظامِ زکوٰۃ کے ساتھ کوئی اور ٹیکس نہیں لگایا جاسکتا۔ صرف کرنا یہ ہوگا کہ اسلامی معاشرے سے غیر حاضر زمینداروں کا طبقہ ختم کر دیا جائے۔ اس وقت یہ لوگ زمین

کی پیداوار کی بٹائی کی شکل میں جو کچھ وصول کر رہے ہیں وہ دراصل اسلامی حکومت کی آمدنی ہے اور اس کے حکومت کے خزانے میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے حکومت کو ہزاروں و نیاوی ٹیکس لگانے پڑتے ہیں۔

مزید تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب "اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام" ملاحظہ ہو۔ شائع کردہ: التحریر، اردو بازار لاہور۔

حج

مُسلمانوں کی عالمی کانفرنس

س: حج اسلام کا کون سا رکن شمار ہوتا ہے؟
ج: حج اسلام کا پانچواں رکن شمار کیا جاتا ہے۔
س: کیا حج تمام مسلمانوں پر فرض ہے؟
ج: نہیں۔ حج صرف ان مسلمانوں پر فرض ہے جو گھربار کے اخراجات پورے کرنے کے بعد سفرِ حج کے اخراجات بھی برداشت کر سکتے ہوں۔
س: حج کے اخراجات برداشت کر سکنے والے مسلمانوں پر حج کتنی مرتبہ فرض ہے؟
ج: حج ہر مسلمان پر ساری عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔
س: حج کے لغوی معنی کیا ہیں؟
ج: حج کے لغوی معنی قصد کرنے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں اس سے

سے مراد عبادت کی نیت سے خانہ کعبہ کا قصد اور طواف کرنا ہے۔

س: قرآن مجید کی کس سورت میں کن الفاظ میں حج کرنے کا حکم دیا ہے؟

ج: قرآن مجید کی سورۃ الحج کی آیت ۲۷ میں ارشاد ہے کہ

"لوگوں کو حج کے لیے دعوتِ عام دے دیں کہ وہ آپؐ کے پاس دور دراز مقام سے بپیدل اور اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں"۔

س: کیا حج عورتوں پر بھی مردوں کی طرح فرض ہے؟

ج: جی ہاں۔ ان پر بھی ساری عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔

س: کیا وہ حج کے لیے لمبے سفر پر اکیلی جا سکتی ہیں؟

ج: اس بارے میں دو قول ہیں:

حنفی فقہا کے نزدیک کوئی بھی عورت ذو محرم کے بغیر حج کے سفر پر نہیں جا سکتی؛

جبکہ حضرت عائشہؓ اس شرط کی پابندی کی قائل نہ تھیں۔

س: ذو محرم سے کیا مراد ہے؟

ج: ذو محرم سے مراد ایسا رشتہ دار ہے کہ جس سے اس عورت کی شادی نہ ہو سکتی ہو۔

س: کیا بچوں پر بھی حج فرض ہے؟

ج: بچوں پر کوئی بھی عبادت فرض نہیں۔

س: اگر کوئی بچہ اپنے والدین کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کرے تو کیا یہ حج اس کے فرض حج کے قائم مقام تصور ہو گا؟

ج: نابالغ عمر کا حج، فرضِ حج کے قائمقام نہیں ہو سکتا۔ اسے دوبارہ حج کرنا ہو گا۔

س: حج کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج: حج کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ حجِ قرآن

۲۔ حجِ تمتع

۳۔ حجِ افراد

س: حجِ قرآن کس طرح ادا کیا جاتا ہے؟

ج: حجِ قرآن میں حج اور عمرہ کے لیے اکٹھا احرام باندھا جاتا ہے اور دونوں عبادتیں اکٹھی پوری کی جاتی ہیں۔ اور قربانی دینے کے بعد حج کا احرام کھولا جاتا ہے۔ حج کی اس قسم کے لیے قربانی لازمی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جو ایک حج کیا تھا وہ یہی حجِ قرآن تھا۔

س: حجِ تمتع سے کونسا حج مراد ہے؟

ج: حج کی اس قسم میں حاجی گھر سے چلتے وقت حج کی بجائے عمرہ کی نیت کرتا ہے۔ چنانچہ جب وہ میقات سے احرام باندھتا ہے تو عمرہ کی نیت سے ایسا کرتا ہے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر وہ طواف کر کے احرام کھول لیتا ہے اور جب حج کے دن قریب ہوتے ہیں تو ساتویں یا آٹھویں تاریخ کو دوبارہ احرام باندھتا ہے۔

س: میقات سے کیا مراد ہے؟

ج: حج پر آنے والوں کے لیے یہ مقامات مقرر ہیں۔ وہ جب حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ کا قصد کرتے ہیں تو ان مقررہ مقامات سے احرام باندھتے ہیں۔ ہمارے ملک کے حاجیوں کے لیے یمن کا ایک شہر یلملم بطور میقات مقرر ہے۔ پاکستان سے جانے والے حاجی اس مقام پر احرام باندھتے ہیں۔

س: کیا دوسرے ممالک کے لیے میقات مختلف ہیں؟

ج: جی ہاں۔ مدینہ منوّرہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ میقات ہے۔ اسے مسجد شجرہ بھی کہتے ہیں جو مدینہ منوّرہ سے چھ میل دور ہے عراق سے آنے والوں کے لیے ذاتِ عراق۔ شام سے آنے والوں کے لیے جحفہ اور نجد کے علاقے سے آنے والوں کے لیے قرن الثعالب میقات ہے۔

س: حجِ افراد کیا ہے؟

ج: یہ وہ حج ہے کہ اس کے ساتھ عمرہ کو نہیں ملایا جاتا بلکہ صرف حج کی نیّت کی جاتی ہے۔ عام طور پر مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد رہنے والے لوگ یہی حج کرتے ہیں کیونکہ وہ عمرہ سال کے دوسرے دنوں میں کر سکتے ہیں۔ اس حج میں قربانی نہیں کرنی پڑتی۔

س: کیا قربانی تمام حاجیوں کے لیے فرض نہیں؟

ج: قربانی صرف ایک حج یعنی حجِ قران میں لازم ہے۔ حجِ افراد میں کسی

قسم کی قربانی نہیں جبکہ حجِ تمتع میں عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کی قربانی دی جاتی ہے لیکن وہ بھی لازمی نہیں۔ اس کی بجائے دس دن کے روزے بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ تین دن حج کے دنوں میں اور سات دن واپس گھر لوٹ کر۔

س: حج کا فلسفہ کیا ہے؟

ج: حج مسلمانوں کی عالمی کانفرنس ہے اور یہ انہیں اجتماعیت کا درس دیتا ہے۔ مسلمانوں کا اتنا بڑا بین الاقوامی گروہ دیکھ کر مسلمان فخر محسوس کرتے ہیں۔

س: حج کے لوازمات کیا ہیں؟

ج: جب حج کا سفر شروع کیا جائے تو احرام باندھنا، مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کا طواف کرنا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا یا دوڑ لگانا۔ عرفہ کے مقام پر ٹھہرنا۔ مزدلفہ اور منیٰ کے مقام پر قیام کرنا۔ اگر قربانی لازم ہے تو وہ دینا۔ قربانی کے بعد بال منڈوانا۔ اور کنکریاں مارنا ان میں شامل ہے۔

س: احرام سے کیا مراد ہے؟

ج: احرام کپڑے کی دو چادریں ہوتی ہیں اور حج کا ارادہ کرنے والا مومن، سلائی والے کپڑے اتار کر، انہیں پہن لیتا ہے تاکہ حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں کا لباس ایک جیسا ہو۔

س: احرام باندھ لینے کے بعد ایک مومن کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

ج: وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرے۔
جنگلی یا صحرائی جانوروں کا شکار نہ کرے۔
لڑائی جھگڑے سے گریز کرے۔
کسی خوشبودار چیز سے رنگا ہوا کپڑا استعمال نہ کرے۔
منہ اور سر کو ننگا رکھے۔
جسم کے بالوں کو نہ کاٹے۔
سر اور داڑھی کے بالوں کو خوشبودار صابن سے نہ دھوئے۔
بالوں کو مہندی نہ لگائے۔

س: یہ چیزیں احرام کی حالت میں کیوں ممنوع ہیں؟

ج: کیونکہ ان میں سے بعض چیزوں کے استعمال سے مسلمانوں میں تفاوت پیدا ہو سکتا تھا اور اسلام حج کے ذریعے اجتماعیت کی تعلیم دینا چاہتا ہے اس لیے ایسی چیزوں سے منع فرما دیا کہ جن سے مسلمانوں کے درمیان تفاوت پیدا ہو۔

س: حج کے ساتھ بار بار عمرہ کا ذکر آیا ہے۔ اس کی کیا تفصیلات ہیں؟

ج: عمرہ چھوٹے پیمانے پر حج ہے۔ فرق یہ ہے کہ حج مقررہ مہینوں میں کیا جاتا ہے جبکہ عمرہ سال کے تمام دوسرے دنوں میں کیا جا سکتا ہے اور اس کے لیے وہ تمام لوازمات پورے کیے جاتے ہیں جو حج کے لیے کیے جاتے ہیں۔ سوائے قربانی کے جو صرف حج قرآن کے ساتھ خاص ہے۔

س: عمرہ میں کن مقامات پر جانا ضروری نہیں؟

ج: عمرہ کرتے وقت منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کے مقامات پر جانے کی ضرورت نہیں۔

س: طواف کرتے وقت حجرِ اسود کو کیوں بوسہ دیا جاتا ہے؟

ج: دراصل یہاں سے حاجی طواف کی ابتدا کرتا ہے اور چونکہ اس نے سات طواف کرنے ہوتے ہیں اس لیے طواف کی تعداد گننے میں اسے آسانی ہوتی ہے۔

س: کیا حجرِ اسود کا چومنا لازمی ہے؟

ج: اگر ہجوم کم ہو تو حاجی اس کو بوسہ دے سکتا ہے وگرنہ اشارہ ہی کافی ہے۔

س: صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت کس مقام سے دوڑ شروع کی جاتی ہے؟

ج: سعی کی ابتدا صفا کی پہاڑی سے کی جاتی ہے۔

س: قیامِ عرفات حج کا اہم رکن ہے۔ حاجی کس تاریخ کو یہاں قیام کرتے ہیں؟

ج: نویں ذوالحج کو۔

س: قیامِ عرفات کے بعد حجاج کرام کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟

ج: قیامِ عرفات کے بعد حاجی مزدلفہ جاتے ہیں۔

س: مزدلفہ کے بعد حاجی منیٰ کے مقام پر کتنا عرصہ قیام کرتے ہیں؟

ج: اپنے وقت کے لحاظ سے کوئی دو دن قیام کرتا ہے اور کوئی تین دن۔

س: حاجی قربانی کہاں ادا کرتے ہیں؟

ج: قربانی منیٰ میں ادا کی جاتی ہے۔ قربانی دینے کے بعد حاجی حضرات بال ترشواتے ہیں۔

س: شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لیے حاجی کیا کرتے ہیں؟

ج: شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لیے حاجی منیٰ کے میدان میں تین ستونوں کو کنکریاں مارتے ہیں۔

س: حاجی جن ستونوں کو کنکریاں مارتے ہیں انہیں کیا کہا جاتا ہے؟

ج: انہیں جمرۃ الاولیٰ، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ الثالث کہا جاتا ہے۔

س: کیا کسی دوسرے مسلمان کی جگہ بھی حج ادا کیا جا سکتا ہے؟

ج: کچھ فقہا ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں اگرچہ ایسا کرنا پسندیدہ عمل نہیں۔ اصل حج وہی ہے جو ہر مومن خود ادا کرے۔

س: اگر کوئی مومن کسی مجبوری کی وجہ سے حج ادا نہیں کر سکتا تو کیا وہ حجِ بدل کے ذریعے یہ فریضہ ادا کر سکتا ہے؟

ج: حجِ بدل کے ذریعے بعض فقہا کے نزدیک اس کا حج ادا ہو جاتا ہے جبکہ بعض دوسرے فقہا کے نزدیک اس سے حجِ بدل کرنے والوں کو نفلی حج کا ثواب ملے گا۔

س: ہمارے ہاں جو لوگ ایک سے زیادہ حج کرتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج: حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ ایک سے زیادہ حج، نفلی حج شمار ہوتے ہیں اور آجکل چونکہ نفلی حج کرنے سے لوگوں کے فرض حج کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اس لیے نفلی حج کی ادائیگی پسند نہیں کی جاتی۔

س: مسلمانوں نے پہلا حج کس امیر کی نگرانی میں کیا تھا؟

ج: مسلمانوں نے پہلا حج حضرت ابوبکرؓ کی نگرانی میں کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیرِ حج مقرر کر کے بھیجا تھا۔

س: خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے پہلے حج کی قیادت کیوں نہیں کی تھی؟

ج: چونکہ حج ساری عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی تعلیم مسلمانوں کو دینی تھی اس لیے آپؐ نے آخری عمر میں حج کیا تاکہ اس میں زیادہ سے زیادہ مسلمان شریک ہو سکیں۔

س: آپؐ نے جو حج کیا تھا وہ کس نام سے مشہور ہے؟

ج: آپؐ کا حج "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہے اور اس میں آپؐ نے اپنا وہ مشہور خطبہ دیا تھا جس میں اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

س: خانہ کعبہ سے رخصتی کے وقت حاجی جو آخری طواف کرتے ہیں اسے اصطلاح میں کیا کہا جاتا ہے؟

ج: اسے اصطلاح میں طوافِ وداع کہا جاتا ہے۔

س: حج کس قسم کی عبادت ہے؟

ج: دوسری عبادات کے مقابلے میں حج سب سے بڑی عبادت ہے۔ کیونکہ اگر انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہو تو وہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر اتنے لمبے سفر کی زحمت کیوں برداشت کرے گا۔

س: مسلمانوں کے لیے حج کے کیا فوائد ہیں؟

ج: حج میں مسلمانوں کے لیے بے شمار فوائد ہیں۔ حج کی وجہ سے مکہ مکرمہ دنیا کے تمام مسلمانوں کا مرکز بنا دیا گیا ہے۔ جب وہ یہاں جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے مل کر ان کے دلوں میں اسلامی محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ نقش ان کے دلوں میں بیٹھ جاتا ہے کہ مسلمان خواہ کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں، سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ یہ ایک طرح سے تمام دنیا کے مسلمانوں کی ایک کانفرنس ہے جو ساری دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ ہے۔

عائلی زندگی کے بارے میں ہدایات

س: عائلی زندگی سے کیا مراد ہے؟

ج: عائلی زندگی سے مراد گھر اور خاندان کی زندگی ہے اور گھر اور خاندان، مرد اور عورت کے ازدواج سے وجود میں آتا ہے۔

س: اسلامی قانونِ ازدواج کا مقصد کیا ہے؟

ج: اس کا مقصد اخلاق کی حفاظت کرنا ہے۔ وہ زنا کو حرام قرار دیتا ہے اور نوعِ انسانی کی دونوں صنفوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے فطری تعلق کو ایک ضابطہ کا پابند بنادیں۔

س: میاں بیوی میں رشتۂ ازدواج کس طرح قائم ہوتا ہے؟

ج: یہ رشتہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول سے ہوتا ہے۔ ایک طرف سے نکاح کی پیش کش ہوتی ہے جسے دوسری جانب سے دو گواہوں کی

موجودگی میں قبول کر لیا جائے تو نکاح قائم ہو جاتا ہے۔

س: ازدواجی زندگی کے سلسلے میں مرد کی سب سے پہلی ذمہ داری کیا ہے؟

ج: مرد کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی ہونے والی بیوی کا "حقِ مہر" ادا کرے۔

س: حقِ مہر سے کیا مراد ہے؟

ج: حقِ مہر سے دراصل وہ رقم مراد ہے جو مرد شادی کے اخراجات کے لیے شادی سے پہلے بیوی یا بیوی کے گھر والوں کو ادا کر دے جس سے وہ شادی کے اخراجات پورے کریں لیکن آجکل یہ ایک نمائشی چیز بن کر رہ گئی ہے اور عام طور پہ ادا نہیں کیا جاتا۔

س: کیا شادی کے اخراجات مرد کی ذمہ داری ہیں؟

ج: جی ہاں۔ شریعتِ اسلامی میں عائلی زندگی کے تمام اخراجات کا ذمہ دار مرد ہے۔ اگر وہ شادی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا تو پھر مناسب یہی ہے کہ وہ شادی سے دُور رہے۔

س: کیا شادی کے بعد کے اخراجات کی ذمہ داری بھی مرد پہ عائد ہوتی ہے؟

ج: جی ہاں۔ شادی کے بعد کے اخراجات کی ذمہ داری بھی مرد پہ ہے۔ شرعی اصطلاح میں اسے نفقہ کہتے ہیں۔

س: کیا شادی کے لیے جہیز ضروری ہے؟

ج: شریعتِ اسلامی میں شادی کے لیے کسی جہیز کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک کہ عربی زبان میں جہیز کے لیے کوئی لفظ تک نہیں۔ جو لفظ ہم اس مقصد

کے لیے استعمال کرتے ہیں عربی زبان میں اس کے معنے "ہلکے تیز رفتار گھوڑے" کے ہیں۔

س: عام طور پر مشہور ہے کہ جہیز سادہ ہونا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضؓ کی شادی کے موقع پر سادہ جہیز کا انتظام فرمایا تھا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

ج: حضرت فاطمہ رضؓ کے لیے جس جہیز کا انتظام فرمایا گیا تھا وہ حقِ مہر کی اس رقم سے کیا گیا تھا جو حضرت علیؓ نے شادی سے پہلے اپنی زرہ بکتر فروخت کر کے مہیا کی تھی۔

س: عورتوں پر مردوں کے کیا حقوق ہیں؟

ج: عورتوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی اطاعت کریں اور گھر کے ماحول کو پُر سکون بنانے کی کوشش کریں۔

س: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر عورتیں اطاعت نہ کریں تو انہیں مارا پیٹا بھی جا سکتا ہے؟

ج: نہیں۔ شریعتِ اسلامی نے عورتوں کو مارنے پیٹنے کی اجازت نہیں دی۔ عربی زبان کے جس لفظ "واضربوھنّ" کا ترجمہ "انہیں مارو" کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں۔ اس مقام پر اس کے معنے ہیں: "انہیں گھروں سے باہر جانے سے روکو"۔

س: اگر مرد، عورت میں نباہ نہ ہو سکے تو پھر علیحدگی کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟

ج: مرد، عورت سے علیحدگی حاصل کرنے کے لیے طلاق دے سکتا ہے جبکہ عورت اس مقصد کے لیے اپنے خاوند سے خلع حاصل کر سکتی ہے۔

س: طلاق اور خلع میں کیا فرق ہے؟

ج: جب علیحدگی کا حق مرد استعمال کرے تو اسے طلاق کہتے ہیں۔ اس صورت میں اس نے عورت پر جو کچھ خرچ کر رکھا ہوتا ہے وہ اسے واپس نہیں لے سکتا —— لیکن اگر عورت علیحدگی چاہے گی تو اسے مرد کو وہ تحفے تحائف واپس کرنے ہوں گے جو اس نے خرچ کر کے اسے مہیا کیے تھے۔ اسی بناء پر عورت کے حقِ علیحدگی کو خلع کہا جاتا ہے۔

س: شریعتِ اسلامی میں عورت کو طلاق دینے کا کیا طریقہ ہے؟

ج: طلاق یک لخت دینا صحیح نہیں بلکہ ایک ایک طُہر کے فاصلے پر تین طلاقیں دی جائیں۔ اس طرح تیسرے طُہر تک سوچنے کا موقع رہتا ہے اور کوئی نہ کوئی اصلاح کی صورت نکل آتی ہے۔

س: طُہر سے کیا مراد ہے؟

ج: عورت کے ایام کے دنوں کے درمیان پاکیزگی کی حالت کو طُہر کہا جاتا ہے۔

س: اگر عورت حالتِ حیض میں ہو تو اسے طلاق دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

ج: حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حیض کی حالت میں عورتیں عموماً چڑچڑی اور بدمزاج ہو جاتی ہیں اس لیے اس زمانے میں اگر میاں بیوی کے درمیان جھگڑا بھی ہو جائے تو شریعتِ اسلامی علیحدگی کی اجازت نہیں دیتی۔

س: بعض لوگ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں۔ ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج: شرعی اصطلاح میں اسے طلاقِ بدعت کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا رواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد ہوا۔ مسلمان سلاطین نے اسے اپنے مفاد کے لیے رائج کیا تھا اور انھوں نے اس کی اس طرح سے حوصلہ افزائی کی کہ اسے طلاق کا واحد طریقہ سمجھا جانے لگا۔

س: کیا اس وقت بھی یہ طلاق کا واحد طریقہ سمجھا جاتا ہے؟

ج: اس وقت اس طلاقِ بدعت یعنی ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں کو خلافِ قانون قرار دیا جا چکا ہے۔

س: کون سے قانون کے تحت طلاقِ بدعت کو خلافِ قانون قرار دیا جا چکا ہے؟

ج: عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء کے تحت طلاق کے اس طریقے کو خلافِ قانون قرار دیا جا چکا ہے اور عورتوں کے ساتھ جو دوسری ناانصافیاں ہوتی تھیں ان کا بھی ازالہ کیا جا چکا ہے۔

س: عورتوں کے ساتھ دوسری بڑی ناانصافی کون سی تھی؟

ج: عام طور پر پہلی بیوی کے علم کے بغیر بعض مرد دوسری شادی کر لیتے تھے اور عموماً پہلی بیوی کی طرف توجہ نہ دیتے تھے جس کی وجہ سے وہ بے چاری نہ ادھر کی رہتی تھی نہ اُدھر کی۔

س: کیا شریعتِ اسلامی میں دوسری شادی کرنا جائز نہیں؟

ج: بلاشبہ شریعتِ اسلامی میں دوسری شادی کرنا جائز ہے لیکن اُس وقت

جب حالات اس کا تقاضا کریں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلی بیوی سے اجازت حاصل کی جائے۔ عائلی قوانین میں دوسری شادی کے لیے اس شرط کو لازم قرار دیا گیا ہے۔

س: کیا اس شرط کے لیے قرآن وسنّت میں کوئی سند ہے؟

ج: جی ہاں۔ جب حضرت علیؓ نے دوسری شادی کی خواہش کا اظہار کیا تو انھوں نے اس مقصد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی۔ لیکن آپؐ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

س: کہا جاتا ہے کہ مرد تو طلاق دینے میں آزاد ہے لیکن عورت کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

ج: دراصل شریعتِ اسلامی کی تعلیمات کو سامنے رکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں معاملات عدالت کی معرفت ہی طے ہونے چاہییں۔ چنانچہ عائلی قوانین مجریہ سنہ ۱۹۶۱ء کے تحت اب ان دونوں معاملات کا فیصلہ عدالت ہی کرتی ہے۔

س: کیا بچوں کی چھوٹی عمر یعنی کمسنی میں شادی کی جا سکتی ہے؟

ج: قرآن مجید نے نکاح کو ایک معاہدہ قرار دیا ہے اور معاہدہ کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دونوں فریق بالغ ہوں۔ بعض لوگ احادیث سے کمسنی کی شادی کا جواز ثابت کرتے ہیں لیکن ائمہ حدیث نے اس کے ساتھ ہی یہ تصریح کر دی ہے کہ ایسی نابالغ لڑکی کی رخصتی اس کے بالغ ہونے کے بعد ہوگی۔

س: شادی کے لیے بلوغت کی کونسی عمر کا تعین کیا جاتا ہے؟

ج: حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اس مقصد کے لیے لڑکے کے لیے ۱۸ سال اور لڑکی کے لیے ۱۶ سال کی عمر بلوغت قرار دی ہے اور عسائلی قوانین میں انہی عمروں کو قانونی طور پر اختیار کیا گیا ہے۔

س: قانونی طور پر اختیار کرنے سے کیا مراد ہے؟

ج: یعنی اب اگر کوئی اس سے کم عمر میں شادی کرے گا تو وہ مجرم شمار ہوگا جسے قید اور جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اس لیے اب شادیوں کا رجسٹر کرانا ضروری قرار دیا جا چکا ہے۔

س: آجکل آبادی کی کثرت کی وجہ سے معاشرے میں کئی پیچیدہ مسائل پیدا ہو چکے ہیں۔ ماہرینِ صحت اور معاشیات نے ان کا ایک حل خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا بتایا ہے۔ کیا شریعتِ اسلامی میں اس کی اجازت ہے؟

ج: شریعت اسلامی یہ پسند کرتی ہے کہ جو بھی اولاد ہو اس کی اچھی طرح پرورش اور تربیت کی جائے تاکہ وہ معاشرے کے مفید شہری بن سکیں اور اگر کوئی خاندان ایک حد سے زیادہ بچوں کی پرورش اور تربیت نہیں کر سکتا تو اسے خاندانی منصوبہ بندی کی سکیم پر عمل کرنا چاہیے۔

س: کہا جاتا ہے کہ شریعت اسلامی میں ایسا کرنا جائز نہیں؟

ج: دراصل ہمارے ملک میں اس سکیم کی مخالفت سیاسی بنیادوں پر

کی جا رہی ہے۔ جہاں تک شریعتِ اسلامی کے احکامات کا تعلق ہے تو امام ابنِ تیمیہ نے فرمایا ہے کہ اہلِ سنّت کے چاروں امام یعنی امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اسے بیوی کی اجازت سے جائز قرار دیتے ہیں۔

رزقِ حلال

اور سُود

س : اسلام کس قسم کی کمائی کو پسند کرتا ہے ؟

ج : اسلام ایسی کمائی کو پسند کرتا ہے کہ جس میں ہر انسان محنت کرے اور دوسروں کی کمائی ناجائز طور پر ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کرے۔

س : انسان دوسروں کی کمائی کو ناجائز طور پر ہڑپ کرنے کی کوشش کب کرتا ہے ؟

ج : جب انسان دولت سے ناجائز طور پر محبت کر کے اسے سمیٹنے کی فکر میں لگ جائے۔

س : اس بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں ؟

ج : دولت کے بارے میں اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ اسے جائز طریقے سے حاصل کیا جائے اور پھر اپنی جائز ضروریات پوری کرنے کے بعد

دوسرے حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔

س: اللہ تعالیٰ انسان کو دولت نہ جمع کرنے کے لیے کیا مثال دیتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنا رزق اٹھاتے نہیں پھر رہے ہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ انہیں رزق دیتے ہیں۔

س: اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بہتر رزق دینے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کس طرح رزق دیتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں رزق کے سرچشمے پیدا کر دیے ہیں اور انسان اور دوسرے تمام جاندار اپنی محنت کے ذریعے ان سرچشموں سے رزق حاصل کر سکتے ہیں۔

س: اسلام نے رزق حلال کی پابندی کیوں عائد کی ہے؟

ج: کیونکہ ناجائز ذرائع آمدنی سے انسان کا ایمان باقی نہیں رہتا۔

س: جو لوگ محنت کے بغیر دوسروں کی کمائی ہڑپ کر جاتے ہیں اسے کیا کہا جاتا ہے؟

ج: اسے استحصال کہا جاتا ہے اور استحصال کی سب سے خطرناک صورت سُود ہے۔

س: سود کی تعریف کیا ہے؟

ج: سود سے مراد ایسی آمدنی ہے جس میں انسان کی محنت کو کوئی دخل نہ ہو، بلکہ وہ اپنی دولت کے بل بوتے پر دوسروں کی محنت کا پھل ہڑپ کر

جائے۔

س: قرآن مجید میں سود کے بارے میں کیا احکامات نازل ہوئے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے سود کو قرآن مجید میں ایک سنگین جرم قرار دیا ہے بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے برابر کہا ہے۔

س: اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑائی سے کیا مراد ہے؟

ج: اس سے مراد اسلامی حکومت کے خلاف جنگ اور بغاوت ہے۔

س: جس معاشی نظام کی بنیاد سُود پر ہو اسے کون سا نظام کہتے ہیں؟

ج: اسے سرمایہ داری نظام کہتے ہیں جو آجکل ہمارے ملک میں رائج ہے۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُود کے احکامات کی کس طرح تشریح فرمائی ہے؟

ج: جب سُود کے بارے میں احکامات نازل ہوئے تو آپؐ سُودی معاملات کے تعین کے لیے کھیتوں اور منڈیوں میں تشریف لے گئے۔ کھیتوں میں آپؐ نے تفصیلات معلوم کیں تو آپؐ نے غیر حاضر زمینداری نظام کو سُودی نظام قرار دیا۔

س: غیر حاضر زمینداری نظام سے کیا مراد ہے؟

ج: اس نظام سے مراد یہ ہے کہ زمین کا مالک ایسا شخص ہو جو خود زمین پر کام نہ کرے بلکہ جو دوسرا شخص اس کی زمین پر کام کرے وہ اس کی محنت کا ایک حصہ اس سے بٹائی کے طور پر وصول کر لے۔

س: تو کیا بٹائی شریعتِ اسلامی میں حرام ہے؟

ج: اسی کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُود قرار دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ زمانۂ جدید کے مشہور ماہرِ معاشیات لارڈ کینز کا کہنا ہے کہ زمانۂ قدیم میں جب بنک نہیں تھے تو یہ سود کی واحد بڑی قسم تھی۔

س: ہمارے ہاں تو صرف اس رقم کو سود سمجھا جاتا ہے جو بنک کسی کے اندوختے پہ بطور نفع ہر سال ادا کرتے ہیں؟

ج: یہ بھی سود کی ایک قسم ہے لیکن جب سود کے احکامات نازل ہوئے تھے تو اس وقت سود کی یہ شکل مروّجہ نہ تھی۔ اس وقت سود کی بڑی شکل زمین کی بٹائی کا معاملہ تھا یا مکانات کو کرائے پہ دینے کا رواج۔

س: کیا مکانات کا کرایہ بھی سود ہے؟

ج: سود کے بارے میں یہ امر واضح ہونا چاہیے کہ ہر قسم کی کمائی جس میں انسان کی محنت شامل نہ ہو وہ سود کے زمرے میں آتی ہے اور مکانات کا کرایہ بھی ایسی ہی کمائی ہے۔

س: کیا اس بارے میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تشریح فرمائی تھی؟

ج: جی ہاں۔ اس زمانے میں مکہ مکرمہ کے مکانات کرائے پر دیے جاتے تھے۔ آپؐ نے اسے سود قرار دیا اور فرمایا کہ جو مکہ مکرمہ کے مکانات کا کرایہ کھائے گا وہ گویا سود کھائے گا۔

س: جو آدمی سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو اس کے بارے میں ارشادِ ربانی کیا ہے؟

ج: سورۃ البقرہ کی آیات ۲۷۸-۲۷۹ میں ارشاد ہے کہ:

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ربو چھوڑ دو، اگر تم واقعی ایماندار ہو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقابلے میں جنگ کے لیے آجاؤ"۔

س: حضرت عمرؓ سے سودی معاملات کی کیا تشریح منقول ہے؟

ج: حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ سود ان معاملات میں سے ہے کہ جن کے بارے میں آخر میں احکامات نازل ہوئے اس لیے مومنوں کو سود بھی ترک کر دینا چاہیے اور ان معاملات کو بھی جن میں سود کا معمولی سا شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔

س: اللہ تعالیٰ کونسی کمائی پسند کرتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ حلال کی کمائی پسند فرماتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہے:

"ہم نے تم کو جو حلال چیزیں دی ہیں اُن میں سے کھایا کرو"۔

س: اللہ تعالیٰ نے رزقِ حلال کی پابندی کیوں عائد کی ہے؟

ج: اس لیے کہ ناجائز ذرائع سے رزق حاصل کرنے والے کی زندگی سے حسنِ عمل اور اخلاص کی توقع نہیں کی جاسکتی کیونکہ حرام کھانے سے انسان کا ایمان برباد ہو جاتا ہے۔

س: رزقِ حلال کس طرح حاصل کیا جاتا ہے؟

ج: رزقِ حلال اپنے ہاتھ کی محنت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ کسی دوسرے

بھائی کی محنت کا پھل کسی بھی طریقے سے حاصل کر لینا جائز نہیں۔ انسان کو اپنی محنت پر قناعت کرنی چاہیے۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی تعریف کن الفاظ میں فرمائی ہے؟

ج: آپؐ نے متعدد مواقع پر فرمایا:

الکاسب حبیب اللہ

"محنت مزدوری کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے"۔

س: محنت سے کونسا کام مراد ہے؟

ج: محنت سے مراد ایسی کوشش اور کام ہے جو معاوضے کے لیے کیا جائے چاہے یہ کام ذہنی ہو یا جسمانی۔

س: محنت کے بارے میں ارشادِ ربانی کیا ہے؟

ج: اس بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ:

ان لیس للانسان الا ما سعیٰ

"انسان کے لیے اس کی محنت کے سوا اور کچھ نہیں"۔

س: مزدور کی مزدوری ادا کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے؟

ج: آپؐ نے فرمایا تھا کہ:

"مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو"۔

اخلاقی

برائیوں کا خاتمہ

س: اخلاقی برائیاں کون کون سی ہیں؟

ج: اخلاقی برائیاں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جھوٹ ۲۔ غیبت (چغلی کھانا)

۳۔ بدگوئی اور بدگمانی کرنا وغیرہ

س: جھوٹ سے بچنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا ارشاد ہے؟

ج: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

واجتنبوا قول الزّور

"اے ایمان والو! جھوٹ بولنے سے بچو"۔

کیونکہ جو جھوٹ بولتا ہے اس کا ایمان قائم نہیں رہتا۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کے کیا نقصانات بتائے تھے؟

ج: آپؐ نے فرمایا تھا کہ جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ یہ انسان کے رزق کو کم کر دیتا ہے۔

س: کیا کسی صورت میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے؟

ج: کسی صورت میں بھی جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں تاہم بعض علماء کا قول ہے کہ جان بچانے کے لیے جھوٹ بولا جا سکتا ہے۔

س: بعض لوگ محض دوسروں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں وہ اپنے جھوٹ سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ ایسے جھوٹ بولنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مقصد کے لیے جھوٹ بولنے پر افسوس ہے۔

مختصر یہ کہ آپؐ نے کسی صورت میں جھوٹ بولنے کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کو ہدایت نہیں فرماتا۔

س: جو لوگ وعدہ کر کے اسے پورا نہیں کرتے کیا ان کا یہ عمل بھی جھوٹ شمار ہوتا ہے؟

ج: جی ہاں۔ ان کا یہ عمل جھوٹ بھی ہے اور وعدہ خلافی بھی —— یعنی دوہرا جرم۔

س: غیبت سے کیا مراد ہے؟

ج: غیبت سے مراد کسی شخص کی عدم موجودگی میں ایسی بات کرنا ہے، جسے وہ پسند نہ کرتا ہو۔ چاہے وہ بات کسی ایسے عیب کے بارے میں

ہو جو اس میں موجود ہی کیوں نہ ہو۔

س: قرآن مجید نے غیبت کرنے والے کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

ج: قرآن مجید نے غیبت کو بہت ہی ناپسندیدہ فعل قرار دیا ہے اور اسے اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی بُرائی کن الفاظ میں فرمائی؟

ج: آپؐ نے فرمایا تھا کہ غیبت تو زناکاری سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے زناکار کی توبہ تو قبول ہو جاتی ہے لیکن غیبت کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شخص کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اسے خود معاف نہ کرے۔

س: کسی دوسرے شخص کی عدم موجودگی میں اس کے کن عیبوں کا بیان کرنا غیبت شمار نہ ہوگا؟

ج: اگر کوئی شخص اعلانیہ برائی کے کام کرتا ہے یا لوگوں پر ظلم کرتا ہے تو اس کی برائیوں اور ظلم کا ذکر کرنا غیبت میں شمار نہ ہوگا۔

س: چغلی کھانے سے کیا مراد ہے؟

ج: چغلی کھانے سے مراد ہے کہ دو آدمیوں کو جھوٹی سچی باتیں بتا کر، ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا۔

س: شریعتِ اسلامی نے چغلی کو کیوں ناپسندیدہ فعل قرار دیا ہے؟

ج: کیونکہ اس سے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے۔

س: قرآن پاک میں چغلی کھانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج : قرآن مجید میں چغل خور کی یہ علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ :
بہت قسمیں کھاتا ہے ؛
لوگوں پر آوازے کستا ہے ؛
اور پھر چغلیاں کھاتا ہے۔
مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

س : چغل خور کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا ؟

ج : آپؐ نے فرمایا تھا کہ چغلی کھانے والے لوگ بہت بُرے ہوتے ہیں اور وہ دوستوں کے درمیان دشمنی پیدا کرتے ہیں۔

س : شریعت اسلامی میں چغل خور کی کیا سزا ہے ؟

ج : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چغل خور کبھی جنت میں نہیں جا سکتا چاہے وہ کتنی ہی عبادتیں کرے۔

س : چغل خوری کا سب سے بڑا کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟

ج : چغل خوری کے نتیجے میں مومنوں کے درمیان بدگمانی پیدا ہوتی ہے جس سے معاشرے میں اخلاقی فساد پھیلتا ہے۔

س : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگمانی کو کس طرح سماجی برائی کے مترادف قرار دیا ؟

ج : آپؐ نے فرمایا کہ بدگمانی جھوٹ کے مترادف ہے۔ اس لیے اگر مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے بدگمانی ہو جائے تو وہ اس سے مل کر اسے

دور کر لے۔

س: بدگمانی کیا ہوتی ہے؟

ج: گمان کے لفظی معنی شک کے ہیں۔ کسی مسلمان بھائی کے بارے میں بُرا شک۔ اس کے نتیجے میں مسلمان ایک دوسرے کے خلاف اپنے دلوں میں بُرے خیالات کو جگہ دیتے ہیں۔

س: قرآن مجید میں بدگمانی سے بچنے کے لیے کیا ہدایت کی گئی ہے؟

ج: ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

"اے ایمان والو! بہت زیادہ بدگمانی سے بچو کیونکہ بعض بدگمانیاں سخت گناہ ہیں۔"

س: کیا ان اخلاقی برائیوں کے علاوہ بھی کوئی اور ہیں؟

ج: تمام برے کام جن سے کسی کا حق تلف ہو یا اسے نقصان پہنچے، اخلاقی برائیاں کہلاتے ہیں۔

س: آجکل ہمارے معاشرے میں خیانت اور رشوت کی برائیاں عام ہیں، کیا یہ بھی اخلاقی برائیاں ہیں؟

ج: خیانت اور رشوت صرف اخلاقی ہی نہیں سماجی برائیاں بھی ہیں۔ ان سے لوگوں کے نہ صرف یہ کہ اخلاق برباد ہوتے ہیں بلکہ ان سے معاشرے میں خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔

س: خیانت کسے کہتے ہیں؟

ج: کسی کی امانت کو اگر اس کی اصل شکل میں واپس نہ کیا جائے تو اسے

خیانت کہتے ہیں۔

س: خیانت کے بارے میں قرآن مجید کا کیا ارشاد ہے؟

ج: خیانت ان برائیوں میں سے ہے جن کے بارے میں قرآن مجید میں بڑی تفصیل سے احکام نازل ہوئے ہیں اور ان میں سرِ فہرست یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

س: یہ ارشادِ ربانی قرآن مجید کی کون سی سورت میں ہے؟

ج: یہ ارشادِ ربانی قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت ۱۰۷ میں ہے۔

س: سورت مائدہ میں خیانت کو کس چیز کے مترادف قرار دیا گیا ہے؟

ج: سورت مائدہ کی آیت ۱۳ میں خیانت کو معاہدہ توڑنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

س: خیانت کرنے والے اپنا کام بڑی چالاکی سے کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں ارشادِ ربانی کیا ہے؟

ج: ارشادِ ربانی ہے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے لوگوں کے مکر سے واقف ہے۔ وہ ان کے مکر کو چلنے نہیں دے گا۔

س: رشوت سے کیا مراد ہے؟

ج: رشوت سے مراد دوسرے لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کرنا ہے عام طور پر ضرورت مند لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان سے ناجائز طریقے سے مال حاصل کیا جاتا ہے۔

س: رشوت کے بارے میں قرآن مجید میں کیا ہدایات ملتی ہیں؟

ج: قرآن مجید کی سورت البقرہ کی ۱۸۸ ویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے رشوت سے بچنے کے بارے میں یہ حکم دیا کہ مسلمان ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھائیں اور نہ ہی لوگوں کو حاکموں تک اس غرض سے لے جاؤ کہ تم ان کے مال کا کوئی حصہ ناجائز طور پر حاصل کر سکو۔

س: اسلام نے رشوت سے کیوں منع فرمایا؟

ج: اسلام نے رشوت سے اس لیے منع فرمایا کہ اس سے ہزار قسم کی برائیاں پھیلتی ہیں۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں شریعتِ اسلامی کا کیا حکم سنایا تھا؟

ج: آپؐ نے فرمایا تھا کہ:

اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاهُمَا فِی النَّار

"رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں"۔

س: اکثر سرکاری دفاتر کے باہر یہ حدیث شریف لکھی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود رشوت کے بغیر کام کیوں نہیں ہوتا؟

ج: دراصل مسلمانوں نے اسلام کی اصل تعلیمات کو ترک کر کے عیش و عشرت کی زندگی اختیار کر رکھی ہے۔ ظاہر ہے کہ عیش و عشرت کی زندگی حرام کی کمائی کے بغیر نہیں گزاری جا سکتی۔ اس لیے ہمارے معاشرے میں رشوت عام ہو گئی ہے۔

س: حکومت رشوت ختم کرنے کے ادارے قائم کرتی ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ

کچھ عرصے بعد یہ ادارے خود رشوت میں ملوث ہو جاتے ہیں؟

ج: رشوت ختم کرنے کے لیے معاشرے کو اسلامی اقدار میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ جب معاشرے میں سادگی کا چال چلن ہو گا تو رشوت کی ضرورت نہیں رہے گی۔

س: عیش و عشرت کے علاوہ کچھ لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے رشوت لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: قرآن مجید میں اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ شیطان بعض نفسوں کو دھوکہ دیتا ہے کہ مفلس اور محتاج ہو جائیں گے (سورۃ البقرہ: ۲۶۸) بعض لوگ اس دھوکے میں آ کر رشوت لینے لگتے ہیں۔

س: رشوت لینے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟

ج: رشوت کی رقم عام طور پر فضول خرچ پہ ضائع ہو جاتی ہے اور راشی جلد ہی خالی ہاتھ ہو جاتا ہے بلکہ فضول خرچی کی عادت کے بعد جب اسے رشوت نہیں ملتی تو وہ طرح طرح کے جرائم کرتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ رشوت ہر معاشرے میں فساد کی جڑ ہے اس لیے یہ تمام معاشروں میں خلاف قانون ہے۔

اسلام کا نظامِ معیشت

س: نظامِ معیشت سے کیا مراد ہے؟

ج: نظامِ معیشت سے مراد ہے کہ معاشرے میں آمدنی کہاں سے حاصل کی جاتی ہے اور اسے کہاں پر خرچ کیا جاتا ہے!

س: اسلام کے نظامِ معیشت کا بنیادی اصول کیا ہے؟

ج: اسلام کے نظامِ معیشت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ آمدنی جائز طریقوں سے حاصل کی جائے اور اسے جائز طریقے پر خرچ کیا جائے۔

س: کیا آمدنی کمانے پر کوئی حد ہے یا انسان بے حد وحساب آمدنی جمع کر سکتا ہے؟

ج: کمانے پر تو کوئی حد نہیں۔ البتہ اس کے جمع کرنے اور فضول خرچی کرنے پر کئی حدیں ہیں۔

س: اس بارے میں قرآن مجید کا کیا حکم ہے؟
ج: اس بارے میں قرآن مجید کا حکم یہ ہے کہ جو آمدنی کسی کی ضرورت سے زائد ہو وہ اسے اپنے دوسرے بھائیوں کی ضروریات پوری کرنے پر صرف کرے۔

سورت البقرہ میں ارشاد ہے:

یسئلونک ماذا ینفقون

اے رسولؐ! یہ لوگ آپؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں

قل العفو

انہیں بتا دیجیے کہ جو بھی ان کی ضرورت سے زائد ہو وہ اسے خرچ کریں۔"

س: انسانوں کی بنیادی ضرورتوں کے پورا کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا انتظام فرمایا ہے؟
ج: قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:
"اللہ تعالیٰ نے زمین میں اس کے وسائل خوراک چار دنوں کے اندر ایک انداز سے رکھ دیے ہیں سب ضرورتمندوں کے لیے یکساں"۔

(سورۃ حٰم السجدہ : ۱۰)

س: اس دنیا میں رزق کی ذمہ داری کس پر ہے؟
ج: ارشادِ ربانی ہے:
"اس زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے رکھی ہے"۔ (سورہ ہود : ٦)

س: اللہ تعالیٰ انسانوں کو یہ رزق کس طرح پہنچاتا ہے؟

ج: اس بارے میں ارشاد ہے کہ:

"ہم نے تمہارے لیے زمین میں معیشت کے سامان مہیا کر دیے ہیں اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی نہیں دیتے"۔ (سورۃ الحجر: ۲۰)

س: بعض لوگ زیادہ دولت جمع کر لیتے ہیں جبکہ کچھ اسے حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس بارے میں شریعتِ اسلامی کا کیا حکم ہے؟

ج: دراصل معاشرے کے لیے معیشت کی ذمہ داری کو پورا کرنا اسلامی ریاست کا فرض ہے۔ اسے یہ دیکھنا ہو گا کہ کسی کے پاس دولت زیادہ نہ جمع ہو جائے اور کوئی اس سے محروم نہ رہ جائے۔

س: اس بارے میں قرآن مجید کیا رہنمائی کرتا ہے؟

ج: قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے"۔

(سورۃ النحل)

س: عدل و احسان سے کیا مراد ہے؟

ج: عدل و احسان سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان حقوق کو برابری کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے اور ہر ایک کو جائز طور سے رزق کمانے کی سہولت میسّر ہو۔

س: کیا اسلام معیشت میں مالی مساوات کا حکم دیتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو لوگ اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق کام کرنے سے گریز کریں گے۔

ج: اسلام مالی مساوات کا حکم نہیں دیتا بلکہ اس امر پہ زور دیتا ہے کہ معاشرے میں ہر فرد کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوں۔ اس کے بعد لوگ اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق ترقی کر سکتے ہیں۔

س: کیا اس بارے میں قرآن مجید سے کوئی رہنمائی ملتی ہے؟

ج: جی ہاں۔ قرآن مجید میں اس بارے میں واضح تعلیمات ہیں اور وہ معیشت میں اس فرق کو ان کے لیے آزمائش قرار دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

"اور وہی ہے جس نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے اوپر بلند درجے دیے تاکہ جو کچھ بھی تم لوگوں کو اس نے دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے"۔

س: قرآن مجید نے کس سورت میں دولت جمع کرنے سے منع فرمایا ہے؟

ج: قرآن مجید نے متعدد مقامات پہ دولت جمع کرنے سے منع فرمایا ہے مثلاً سورۃ التوبہ میں ارشاد ہے کہ:

"جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو"۔

س: سورۃ الھمزہ میں اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

ج: "خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو عیب چیں اور بدگو ہے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اسے باقی رکھے گا۔ ہرگز نہیں! وہ پھینکا جائے گا توڑ دینے والی آگ میں"۔

س: ہمارے ملک میں تو ان اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں ہو رہا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: ہمارا ملک بلاشبہ اسلامی ہے لیکن ابھی تک اس کا نظام سرمایہ دارانہ معیشت پر چل رہا ہے جس کی وجہ سے اسلامی معاشیات پر عمل نہیں ہو رہا۔

س: اسلامی نظامِ معیشت اور سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں کیا بنیادی فرق ہے؟

ج: سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کی بنیاد سود اور ٹیکسوں پر ہے جبکہ اسلامی نظامِ معیشت میں سود کو حرام قرار دیا جاتا ہے اور بنیادی ٹیکسوں کی کوئی گنجائش نہیں۔

س: اگر اسلامی نظامِ معیشت میں ٹیکس نہیں تو پھر حکومت کا کاروبار کس طرح چلایا جاتا ہے؟

ج: اسلامی قانون کے مطابق پاکستان کی اراضی خراجی ہیں جو اسلامی ریاست کی ملکیت ہوتی ہیں۔ ان اراضی سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے اس میں ایک حصہ کاشت کار کا ہوتا ہے اور دوسرا حصہ اسلامی ریاست کا مالیہ ہوتا ہے جس سے حکومت کے اخراجات پورے ہوتے ہیں۔

س: کیا ہمارے ہاں زمین کے مالک، کاشت کاروں سے پیداوار کا جو نصف حصہ لیتے ہیں، وہ غیر اسلامی ہے؟

ج: جی ہاں۔ دراصل یہ حکومت کا مالیہ ہے لیکن انگریزوں نے اس ملک

پر قبضہ کرنے کے بعد غیر حاضر زمینداروں کا طبقہ پیدا کیا تھا جو یہ مالیہ بٹائی کی صورت میں وصول کر لیتا ہے۔ اب چونکہ انگریزوں کی حکومت ختم ہو چکی ہے اس لیے زمین کی خراجی حیثیت دوبارہ قائم ہو چکی ہے۔

س: ہمارے علماء تو زمین کی ملکیت اور بٹائی کے معاملے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: ہمارے علماء ابھی تک غیر ملکی قبضے والے احکامات پر عمل کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہندو پاکستان کے سب سے بڑے عالم یعنی شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہؒ کا اس بارے میں بڑا واضح فتویٰ موجود ہے۔

س: ان کا اراضی کی ملکیت کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

ج: فرماتے ہیں اور حضرت شیخ جلال تھانیسری قدس اللہ سرہٗ نے ایک رسالہ اراضی ہند کے احکام کے بارے میں لکھا اور اس رسالہ میں انھوں نے اس مذہب کو کہ ہندوستان کی زمین، زمینداروں کی ملکیت ہے، بہت سے دلائل و شواہد سے باطل قرار دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان کی اراضی آج بھی بدستور سابق عراق کی اراضی کی طرح عامۃ المسلمین کے لیے وقف ہے یعنی بیت المال کی ملکیت ہیں۔ کسی شخص و فرد کی ملکیت نہیں اور نہ زمینداروں کی ملکیت اور نہ زمینداروں کو چوہدری اور نگران ہونے سے زیادہ کوئی دخل ہے۔

(فتاوی عزیزی: جلد اول ص۱۴۳
مطبوعہ مجتبائی، دہلی)

س: کیا ان اراضی سے حکومت کو جو نصف آمدنی یعنی خراج ملے گا اس سے موجودہ دور کی حکومتوں کے اخراجات پورے ہو سکتے ہیں؟

ج: موجودہ دور کی حکومتوں کے دو ذرائع آمدنی ہیں:
ایک تو ٹیکس جیسا کہ انکم ٹیکس
دوسرے وہ جس میں ٹیکس نہیں ہوتے جیسے کسٹم ڈیوٹی وغیرہ
بغیر ٹیکس کے ذرائع آمدن تو باقی رہیں گے لیکن ہر قسم کے ٹیکس ختم کرنا ہوں گے اور اعداد و شمار سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ملک کی اراضی سے موجودہ ٹیکسوں کی نسبت زیادہ آمدنی ہو سکتی ہے۔

س: اسلام کے اس نظامِ معیشت کو اصطلاح میں کیا کہا جاتا ہے؟

ج: شرعی اصطلاح میں اسے نظام زکوٰۃ کہا جاتا ہے چنانچہ جن لوگوں سے ٹیکس ختم کیے جائیں انہیں اپنے مال و دولت کی زکوٰۃ سرکاری خزانے میں جمع کرانا ہوگی۔

س: آجکل حکومت زکوٰۃ کی جو رقم وصول کرتی ہے وہ تو بہت کم ہے اس سے حکومت کے اخراجات تو پورے نہیں ہو سکتے؟

ج: زکوٰۃ، نظامِ زکوٰۃ کا ایک ذریعہ آمدنی ہے۔ دوسرے ذرائع آمدن یعنی خراج، کسٹم ڈیوٹی وغیرہ بھی ہوں گے۔ ویسے انکم ٹیکس صرف آمدنی پر لگتا ہے اور زکوٰۃ سارے اثاثوں کی مالیت پہ عائد ہوتی ہے۔ اگر زکوٰۃ کا نظام پوری طرح نافذ کر دیا جائے تو اس ذریعے سے بہت زیادہ آمدنی حاصل ہوگی۔

س: اسلامی معیشت میں سود حرام ہے۔ اپنے ملک میں تو شریعت کے اس حکم پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن دوسرے ممالک سے قرض لیتے وقت ہمیں سود ادا کرنا پڑے گا۔ اس کی کیا صورت ہوگی؟

ج: دراصل اس وقت ہمارے سامنے سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت ہے جس کا ایک لازمہ معاشرے میں عیش و عشرت کا رواج ہے۔ اسلامی معاشرہ سادگی کا نمونہ ہوگا اور اسی تناسب سے حکومت کے اخراجات بھی کم ہو جائیں گے۔ اس طرح ملک میں اتنی دولت بچ جائے گی جو ہماری تمام ضرورتوں کے لیے کافی ہوگی اور کسی دوسرے ملک سے قرض لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

کھانے پینے کے آداب

س: اسلام نے ہر معاملے میں ہدایات دی ہیں۔ کھانے پینے کے بارے میں کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

ج: کھانے کے بارے میں شریعتِ اسلامی نے یہ ہدایات دی ہیں کہ کھانا سامنے رکھ کر ادب سے بیٹھنا چاہیے؛
اپنے سامنے سے کھانا چاہیے اور
دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے۔

س: کیا کھانا کھانے سے پہلے کوئی دعا بھی پڑھنی چاہیے؟

ج: جی ہاں۔ کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا چاہیے۔ بلکہ شریعت اسلامی کا یہ حکم ہے کہ جو کام بھی کیا جائے اس کے شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ شریف ضرور پڑھنا چاہیے۔

س: بعض لوگ جلدی جلدی کھانا کھاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے منہ سے آواز سی نکلتی ہے۔ کیا اس طرح کھانا جائز ہے؟

ج: کھانا آہستہ آہستہ کھانا چاہیے۔ لقمہ چھوٹا ہو جسے اچھی طرح چبا کر کھایا جا سکے۔ کھانا کھاتے وقت منہ سے کسی قسم کی آواز نہیں نکالنی چاہیے۔

س: کھانا ختم کرنے کے بعد کیا کرنا چاہیے؟

ج: کھانا ختم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ہاتھ دھو لینے چاہییں۔

س: بعض لوگ پانی بڑی تیزی سے پیتے ہیں۔ کیا اس بارے میں بھی شریعتِ اسلامی نے کوئی تعلیم دی ہے؟

ج: پانی بھی آہستہ آہستہ پینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک گلاس پانی پیتے وقت کم از کم تین مرتبہ سانس لینا چاہیے۔

س: پانی پیتے وقت دوسرے کن آداب کا خیال رکھنا چاہیے؟

ج: پانی پینے وقت پہلے بسم اللہ شریف پڑھے؛
گلاس یا پیالے کو دائیں ہاتھ میں پکڑے؛
تین سانسوں میں بیٹھ کر پانی پیے اور؛
پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

س: ہمارے ہاں تو اکثر لوگ کھڑے ہو کر پانی اور دوسرے مشروبات پیتے ہیں بلکہ اب تو کھانا بھی کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: اسلام کے نزدیک کھڑے ہو کر کھانا پینا معیوب ہے اور اب جدید طبی تحقیق نے بھی اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ کھڑے ہو کر کھانے پینے سے ہڈیوں کا فالج ہو سکتا ہے۔

س: اللہ تعالیٰ نے کس قسم کی چیزیں کھانے پینے کی اجازت دی ہے؟

ج: اس بارے میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

"صاف ستھری چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو"۔

س: کھانا ختم کر چکنے کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اس کے الفاظ کیا ہیں؟

ج: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ

س: کھانے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو ناپسند کیا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے دوسرے معاملات کی طرح کھانے پینے میں بھی فضول خرچی کو ناپسند کیا ہے یعنی نہ تو ضرورت سے زیادہ کھانا کھایا جائے اور نہ ہی بلا ضرورت ایسا کیا جائے۔

س: بعض لوگ رزق کی کمائی میں حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: شریعتِ اسلامی کے مطابق اگر حلال چیزوں کو بھی ناجائز طریقے سے حاصل کیا جائے گا تو وہ حرام ہو جاتی ہیں اس لیے اس بارے میں احتراز کیا جائے۔

س: کسی کے گھر اگر کھانے کی دعوت ہو تو اس بارے میں شریعتِ اسلامی کے کیا احکام ہیں؟

ج: اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ جب تمہیں کہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور جاؤ لیکن جب کھانا ختم کر لو تو باتوں میں نہ لگ جاؤ بلکہ فوراً وہاں سے چلے جاؤ۔

س: مہمان نوازی کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مہمان نوازی تین دن تک ہے اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے میزبان کے ہاں اتنا قیام کرے کہ وہ بیچارہ تنگ آجائے۔

چلنے پھرنے کے آداب

س: چلنے پھرنے کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

ج: ارشادِ ربانی ہے کہ:

"زمین پر اکڑ کر نہ چلو کہ اس طرح نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ اونچائی میں پہاڑوں تک پہنچ سکتے ہو"۔

ان الفاظ میں فخر سے چلنے کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

س: حضرت لقمان علیہ السلام نے اس بارے میں اپنے بیٹے کو کیا نصیحت فرمائی تھی؟

ج: آپ کی یہ نصیحت قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ:

"اے بیٹے! لوگوں کے سامنے اپنے رخسار نہ پھلا اور زمین پر اترا اکڑ کر نہ چل کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی تکبر والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا"۔

س : اللہ تعالیٰ کو زمین پر چلنے کا کونسا انداز پسند ہے ؟

ج : ارشادِ ربانی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع سے چلتے ہیں"۔

س: گھر سے باہر نکلنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے کیا حکم ہے؟

ج : اس بارے میں ارشادِ ربانی یہ ہے کہ :

"جب مرد اور عورتیں گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنی نگاہیں نیچی کر کے چلیں"۔

یہ حکم دونوں کے لیے ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ عورتوں کو گھروں سے نکلنے کی عام اجازت ہے ۔ اس سلسلے میں مردوں کو یہ حکم ہے کہ وہ انہیں گھور کر نہ دیکھیں ۔

س: معاشرے میں عورتوں اور مردوں کے اکٹھے چلنے کے بارے میں قرآن مجید میں اور کیا ہدایت دی گئی ؟

ج: دونوں کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے وقت دل میں بے حیائی کا خیال تک نہ لائیں ۔

س : بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ انسان کی چال سے اس کے اخلاق کا پتہ چل جاتا ہے ۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

ج: یہ بات صحیح ہے جس شخص کی چال ٹھیک ہوگی ، اس کی ہر ادا ٹھیک ہو گی جس سے ظاہر ہوگا کہ اس کا اخلاق بھی ٹھیک ہے ۔

س: عورتوں کو گھروں سے نکلتے وقت مزید کیا احتیاط کرنی چاہیے ؟

ج : ان کے لیے حکم ہے کہ وہ اپنے اوپر ایک چادر اوڑھ لیں تاکہ ان سے ان کی زینت چھپ جائے۔

س : کیا لوگوں کو راستے میں اپنے گھروں کے سامنے بیٹھنے کی اجازت ہے؟

ج : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیٹھنے کو ناپسند فرمایا تھا لیکن اگر کسی کی مجبوری ہے تو وہ بیٹھ سکتا ہے تاہم اس کی توجہ اپنی طرف ہونی چاہیے ۔خاص طور پر راستہ گزرنے والی عورتوں کو گھور کر دیکھنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

س: راستہ چلتے اگر دوسرا مسلمان بھائی سامنے آجائے تو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟

ج : اس مسلمان بھائی کو فوراً سلام کرنا چاہیے۔ اس بارے میں حکم یہ ہے کہ جو سوار ہو وہ پیدل کو سلام کرے۔ جو چھوٹا ہو وہ بڑے کو سلام کرے اور جو پیدل ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

اسلامی حقوق

س: اسلامی حقوق کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج: اسلامی حقوق کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حقوق اللہ

۲۔ حقوق العباد

س: حقوق اللہ سے کونسے حقوق مراد ہیں؟

ج: حقوق اللہ سے مراد انسانوں پہ اللہ تعالیٰ کے حقوق۔ اس سے مراد ارکانِ اسلام کی پابندی ہے۔

س: ارکانِ اسلام کتنے اور کون کون سے ہیں؟

ج: ارکانِ اسلام کلمہ طیبہ کے علاوہ چار ہیں یعنی:

نمازِ پنجگانہ؛

روزہ رکھنا؛
زکوٰۃ دینا؛
خانہ کعبہ کا حج کرنا

س: کیا حج سب مسلمانوں پر فرض ہے؟
ج: اس بارے میں ارشادِ ربانی یہ ہے کہ:
"لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے جو اس کے گھر یعنی خانہ کعبہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔"

س: ارکانِ اسلام کے علاوہ کون سے حقوق اللہ ہیں؟
ج: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اس کا شریک بنانا؛
کسی انسان کو اپنا حاجت روا سمجھنا بھی حقوق اللہ کی خلاف ورزی ہے۔

س: کیا ان حقوق کی خلاف ورزی پر شریعت میں کوئی سزا بھی مقرر ہے؟
ج: اگرچہ ان حقوق کا خیال نہ کرنے والا سخت گنہ گار ہوگا تاہم کچھ ایسے حقوق بھی ہیں کہ جن کی مخالفت کرنے والے کو اس دنیا میں بھی سزا بھگتنی ہوگی۔ ان حقوق کو حدود اللہ کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل علیحدہ بیان ہوگی۔

س: حقوق العباد سے کیا مراد ہے؟
ج: ان سے ایسے حقوق مراد ہیں جن کا تعلق بندوں سے ہو۔

س: اسلام میں حقوق اللہ کے بعد کس چیز کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے؟
ج: حقوق اللہ کے بعد اسلام میں حقوق العباد کو سب سے زیادہ اہمیت

دی گئی ہے۔

س: بندوں کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں؟

ج: انسانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی چاہئیں۔ کسی کو بُری نظر سے نہ دیکھیں اور نہ ہی اسے لعنت ملامت کریں۔

س: ہمارے ہاں عام طور پر ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ کیا اس سے بھی حقوق العباد کی تلفی ہوتی ہے؟

ج: جی ہاں۔ اس سے بھی بندوں کے حقوق کی تلفی ہوتی ہے۔ ہر مسلمان کا یہ حق ہے کہ اسے اس کے صحیح نام سے پکارا جائے۔

س: ہمارے ہاں دوسروں کی عیب جوئی کی بیماری بھی عام ہے۔ کیا اس سے بھی دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہیں؟

ج: جی ہاں۔ کسی کی عیب جوئی کرنا اس کے حقوق تلف کرنے کے برابر ہے۔

س: حقوق العباد کے سلسلے میں قرآن مجید میں کیا ارشاد ہے؟

ج: قرآن مجید کی سورۃ الحجرات میں زیادہ تر حقوق العباد کی بات کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ وہ اپنے تعلقات درست رکھیں۔ ایک دوسرے کا نہ مذاق اڑائیں اور نہ ہی ان کی غیبت کریں۔

س: کیا کسی کا مذاق اڑانے سے بھی اس کی حق تلفی ہوتی ہے؟

ج: جی ہاں۔ مذاق اڑانے کی صورت میں اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ اس کی بہت بڑی حق تلفی ہے۔

س: حقوق العباد کے بارے میں کن الفاظ میں تلقین کی گئی ہے؟

ج: "اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کر سکتا ہے لیکن جن بندوں کے حق تلف ہوں گے، جب تک وہ معاف نہیں کریں گے اس شخص کے گناہ معاف نہیں ہو سکتے"۔

س: کیا اس قسم کے لوگوں کو سزا ملے گی؟

ج: جی ہاں۔ اسلامی تعلیمات نے ان حقوق کو اتنی اہمیت دی ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ پوچھ گچھ انہی حقوق کے بارے میں ہوگی۔

س: اسلام میں حقوق العباد پر کیوں زیادہ زور دیا گیا ہے؟

ج: قرآن مجید میں ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے ہر فرزندِ آدم کو عزت کے قابل بنایا ہے اور جسے خود اللہ تعالیٰ نے عزت کے قابل بنایا ہے اس کی ہر لحاظ سے عزت کرنا لازم ہے۔

اسلام کا نظامِ حکومت

س : اسلام کے نظام حکومت کی بنیاد کس اصول پر ہے ؟

ج : اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد اس امر پر ہے کہ اقتدار کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس نے انسانوں کے لیے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کے مطابق حکومت کا کام چلایا جائے گا۔

س : حکومت کا کام چلانے والے لوگ کون ہوں گے ؟

ج : قرآن مجید کی سورت الشوریٰ میں اس کے بارے میں واضح طور پر فرما دیا گیا ہے کہ :

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

"مسلمان اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کریں گے"۔

س : کیا سب مسلمان یہ معاملات طے کریں گے یا ان میں سے کچھ مخصوص

لوگ ہوں گے؟

ج: اس مقصد کے لیے کچھ مخصوص لوگ ہوں گے جنہیں مسلمان آپس میں مشورے سے اپنے ہی لوگوں میں سے منتخب کریں گے۔ انہیں اصطلاح میں "اربابِ حل وعقد" کہتے ہیں۔

س: ان اربابِ حل وعقد کو منتخب کرنے کا حق کسے ہوگا؟

ج: سورۃ النور کی آیت ۵۵ میں جو ہدایات دی گئی ہیں، اس کے مطابق ہر بالغ مسلمان کو ان لوگوں کے منتخب کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

س: ان منتخب لوگوں کی مجلس کو اصطلاح میں کیا کہا جاتا ہے؟

ج: ان کی مجلس کو مجلسِ شوریٰ کہا جاتا ہے یعنی مشورہ دینے والی جماعت۔

س: کیا موجودہ ووٹوں کے نظام کے ذریعے مجلسِ شوریٰ کا انتخاب ہو سکتا ہے؟

ج: اسلام نے اس مقصد کے لیے جو طریقہ مروّج کیا تھا وہ زیادہ جرأتمندانہ تھا کیونکہ ووٹ دینے والے کو علی الاعلان بیعت کرنی ہوتی تھی، اسلیے کسی دھوکے وغیرہ کی گنجائش نہیں تھی۔

س: آجکل تو خفیہ ووٹ ڈالے جاتے ہیں۔ کیا اس سے اسلام کے نظامِ انتخاب کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں؟

ج: اگر انتخابات کے موجودہ نظام پر بھی دیانتداری سے عمل کیا جائے تو اس کے صحیح نتائج سامنے آتے ہیں لیکن دھوکا بازی کا رواج زیادہ ہو گیا ہے۔

س: کیا مسلمان عورت کو بھی ووٹ دینے کا حق ہے؟

ج: جی ہاں مسلمان عورتوں سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا بلکہ اسلامی تاریخ کی کتابوں میں ایسی سینکڑوں عورتوں کے نام دیے گئے ہیں جنہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت فرمائی تھی۔

س: بیعت اور ووٹ میں کیا فرق ہے؟

ج: بیعت پرانے زمانے کا ووٹ تھا لیکن اس کا اعلان سب کے سامنے اعلانیہ کیا جاتا تھا جبکہ ووٹ اسی بیعت کی ایک کمزور سی شکل ہے۔ جس میں اپنی رائے کا اظہار خفیہ طور پر کیا جاتا ہے۔

س: مسلمانوں کی مجلسِ شوریٰ کے رکن میں کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے؟

ج: وہ سچا مسلمان ہو؛
اسلامی تعلیمات پر عمل کرتا ہو؛
عاقل و بالغ ہو؛
دیانت دار ہو؛ اور
حرام کی کمائی سے اجتناب کرتا ہو۔

س: کیا عورت بھی مجلسِ شوریٰ کی ممبر بن سکتی ہے؟

ج: بعض معاملات خصوصاً عورتوں کے بارے میں ایسے امور ہوتے ہیں جن کے بارے میں صحیح رائے صرف عورتیں ہی دے سکتی ہیں اسلیے عورتیں بھی مجلسِ شوریٰ کی ممبر بن سکتی ہیں۔

س: اسلامی حکمران کا انتخاب کس طرح کیا جاتا تھا؟
ج: ابتدائی اسلامی زمانے میں اربابِ حل وعقد ہی مسلمان حکمرانوں کا انتخاب کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ تمام مسلمانوں سے بیعت لیتے تھے موجودہ زمانے کے نظامِ انتخاب کی روشنی میں یوں کہا جائے گا کہ اسے نامزد تو اربابِ حل وعقد کرتے تھے جسے بعد میں عوام کے ووٹ حاصل کر کے منظور کیا جاتا تھا۔

س: مسلمان حکمران کے فرائض میں کون کون سے امور شامل ہیں؟
ج: مسلمان حکمران کا سب سے اوّل فریضہ یہ ہے کہ وہ ان میں عدل و انصاف قائم کرے۔ انہیں ظالموں کے ظلم سے بچائے اور اسلامی احکامات کے مطابق زندگی بسر کرنے میں ان کی معاونت کرے۔

س: مسلمان حکمران ان فرائض کو کس طرح بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہے؟
ج: ان فرائض کے بحسن وخوبی انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود ان اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے قوم کے سامنے ایک عملی نمونہ پیش کرے۔ لوگ اس عملی نمونے کی آسانی سے پیروی کریں گے۔

س: اسلامی حکمران کے عملی نمونہ کی اہم خصوصیت کیا ہوگی؟
ج: اسلامی حکمران کے عملی نمونہ کی اہم خصوصیت اس کی سادگی ہوگی۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے سادگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ زندگی میں سادگی اختیار کرنے سے بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔

س: مسلمان حکمرانوں کو خلیفہ کیوں کہا جاتا تھا؟

ج: خلیفہ کے لفظی معنی "پیچھے یا بعد کے آنے والے" کے ہیں اور یہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے اس لیے انہیں خلیفۃ الرسول کہا جاتا تھا۔ بعد میں مخفف ہو کر صرف خلیفہ کہا جانے لگا۔

س: قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں تو انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کہا گیا ہے؟

ج: قرآن مجید میں جو لفظ "خلیفہ" استعمال ہوا ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا خلیفہ نہیں بلکہ انسانوں سے پہلی مخلوقات کا خلیفہ، یعنی ان کے بعد آنے والا کہا گیا ہے۔

س: کیا انسان کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کہنا جائز نہیں؟

ج: جی ہاں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ قرار دینا غلط ہے بلکہ امام ابنِ تیمیہ نے تو فرمایا ہے کہ ایسا کہنا شرک ہے جو اسلام میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ خلیفہ تو اس کا ہوتا ہے جو مر جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات تو حیّ و قیوم ہے اس لیے اسے کسی خلیفے کی ضرورت نہیں۔

س: کیا اسلام میں "ملوکیت" کی گنجائش ہے؟

ج: اسلام میں ملوکیت کی گنجائش نہیں لیکن مسلمان حاکم ہونے کے بعد اسلامی تعلیم کے تقاضے پورے کرنے کے لیے عوام سے بیعت لیتے تھے اور اگر عوام بعض ظالم حکمرانوں کی بیعت سے انکار کرتے تو اس مقصد کے لیے وہ غلط طریقے بھی استعمال کرتے۔ اس لیے اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء نے ان حکمرانوں کی مخالفت کی۔

اسلامی حدود

(سزائیں)

س: حدود اللہ سے کیا مراد ہے؟

ج: حدود اللہ سے مراد ایسی سزائیں ہیں جو مختلف شرعی احکامات کی خلاف ورزی پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر ہیں۔ مثلاً چوری کی سزا زناکاری کی سزا، شراب خوری کی سزا وغیرہ۔

س: ان جرائم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی جو شخص پرواہ نہیں کرتا اُس کے بارے میں قرآن مجید کا کیا ارشاد ہے؟

ج: قرآن مجید میں ان لوگوں کو حد پھلانگنے والے کہا گیا ہے اور ان کے بارے میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْن۔

"بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

س: شریعت اسلامی میں چوری کی کیا حد مقرر کی گئی ہے؟

ج: قرآن مجید میں اس بارے میں ارشاد ہے:

فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا

جس کا عام طور پر ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ چور چاہے مرد ہو یا عورت، اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔

س: کیا چور کے ہاتھ کاٹ دینے میں مسلمان علماء کے درمیان کوئی اختلاف ہے؟

ج: جی ہاں۔ اس بارے میں ان کے درمیان بنیادی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک پہنچے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔ بعض کلائی سے ہاتھ کاٹنے کو کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک چور کی صرف تین انگلیاں ہی کاٹنی کافی ہیں جبکہ بعض ہاتھ پر زخم کا نشان لگا دینے کے حق میں ہیں۔

س: کیا یہ علماء کی ذاتی رائے ہے یا اس اختلاف کے لیے ان کے پاس دلائل ہیں؟

ج: اس اختلاف کے لیے ان کے پاس دلائل ہیں اور وہ بھی قرآنی۔ مثلاً فقہ جعفریہ کے امام حضرت امام جعفر صادقؒ نے قرآن کی آیت:

وَيَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ـــــ

سے استدلال کیا ہے کہ لکھنے میں صرف تین انگلیاں استعمال ہوتی ہیں اس لیے چوری کے جرم میں بھی وہی کاٹی جائیں گی۔ اس کی تائید وہ اس سے کرتے ہیں کہ اس طرح انگلیاں کٹ جانے کے بعد بھی وہ عبادت

کر سکے گا۔

س: چوری کی سزا کے طور پر ہاتھ پر صرف زخم لگا دینے والوں کی کیا قرآنی دلیل ہے؟

ج: انہوں نے اس بارے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ جب آپ ان عورتوں کے سامنے آئے تھے تو انہوں نے حیرت میں اپنی انگلیاں زخمی کر دی تھیں جس کے لیے قرآن مجید میں و قطعن ایدیھن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس لیے اس قرآنی واقعے سے استدلال کرتے ہوئے انہوں نے چور کی انگلیوں کو زخمی کر دینا ہی کافی سمجھا۔

س: شرعی اصطلاح میں چوری کسے کہتے ہیں؟

ج: کسی چیز کو کسی محفوظ مقام سے چرا لینا چنانچہ مسلمان علماء کے نزدیک ایسے تمام مقامات کہ جہاں عام لوگ آتے جاتے رہتے ہیں جیسے ہوٹل، سرائیں، مساجد، سرکاری دفاتر وغیرہ، تو وہاں سے چوری کرنے پر حد نافذ نہ ہوگی۔

س: کتنی مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹنے یا زخمی کر دینے کی سزا دی جاتی تھی؟

ج: اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:
کسی کے نزدیک دس درہم کا مال چوری کیا جائے تو سزا دی جائیگی۔
کسی کے نزدیک یہ حد تین درہم تھی اور کسی کے نزدیک ایک چوتھائی

دینار جو ۵ درہموں کے برابر تھا۔

س: آج کے حساب سے ان درہموں کی کیا قیمت بنتی ہے؟

ج: اُس زمانے میں ایک عمدہ پلی ہوئی بھیڑ یا بکری کی قیمت تین درہم ہوتی تھی۔ اس سے آج کے حساب سے درہم کی قیمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

س: آجکل تو ایسی بکری کی قیمت ایک ہزار سے بھی زیادہ بنتی ہے۔ تو کیا اس سے کم رقم کی چوری پر کوئی سزا نہ ہوگی۔

ج: نہیں۔ تھوڑا مال چوری کرنے والے کو بھی سزا دی جائے گی۔ اسے تعزیر کہتے ہیں۔ اور اس سزا کا تعین مسلمان حکمران اپنی صوابدید سے کرے گا۔

س: کیا دودھ، پھل اور سبزیوں وغیرہ کی چوری پر قطعِ ید یعنی ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جاتی تھی؟

ج: جو چیزیں پڑی پڑی خراب ہو جائیں جیسے کہ دودھ، پھل اور سبزیاں تو ان کی چوری پر کوئی بڑی سزا نہ دی جاتی تھی بلکہ معمولی سرزنش کی جاتی تھی۔

س: حدود کے سلسلے میں دوسرا بڑا جرم زنا کاری ہے۔ شریعتِ اسلامی میں اس کی کیا حد مقرر کی گئی تھی؟

ج: قرآن مجید کی سورۃ نور میں اس کی سزا سو کوڑے مقرر کی گئی ہے۔ جب ارشاد فرمایا ہے کہ:

"زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔"

س : زناکاری سے بچنے کے لیے قرآن مجید میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟

ج : ارشادِ ربانی ہے:

لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا

"تم زناکاری کے قریب تک نہ جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بُرا راستہ ہے"۔

س : زناکاری کا جرم ثابت کرنے کے لیے کتنے گواہوں کی گواہی درکار ہے؟

ج : زناکاری کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی شہادت کی ضرورت ہے۔

س : بعض لوگ زناکاری کی سزا رجم بتاتے ہیں۔ اس کے کیا معنے ہیں اور اس کا حکم کہاں ہے؟

ج : رجم کے معنی سنگ ساری کے ہیں اور بعض علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ شادی شدہ مرد اور عورت اگر زناکاری کے مجرم ہوں تو انہیں سنگ سار کر دیا جائے۔ اس کا حکم قرآن مجید میں نہیں۔

س : ان سزاؤں کو حدود اللہ کہا جاتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے زناکاری کی سزا رجم مقرر کی ہے۔ اگر مقرر کی ہے تو کیا قرآن مجید میں اس کا ذکر ہوگا؟

ج : جن علماء کی رائے میں شادی شدہ مرد اور عورت کی زناکاری کی سزا سنگساری ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ اس بارے میں قرآن مجید میں ایک آیت تھی جسے حضرت عائشہ رضؓ کی بکری نے کھا لیا تھا۔ اس لیے اسے قرآن مجید میں شامل نہیں کیا جا سکا۔

س : شراب پینے پر کیا حد مقرر ہے؟

ج: قرآن مجید میں شرابی کی سزا مقرر نہیں کی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے مجرموں کو جوتیوں اور درختوں کی ٹہنیوں سے مارا جاتا تھا۔

س: شرابی کی سزا جو اسّی کوڑے بیان کی جاتی ہے، تو یہ کس نے مقرر کی تھی؟

ج: حضرت ابوبکر صدیق رضؓ خلیفۂ اوّل کے زمانے میں شرابی کی سزا ۴۰ کوڑے مقرر ہوئی تھی۔ بعد میں حضرت عمر رضؓ نے یہ سزا دوگنا یعنی ۸۰ کوڑے کر دی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شرابی ۴۰ کوڑوں کی سزا کو ناکافی سمجھتے تھے اور وہ دوبارہ اس برائی کا ارتکاب کرنے لگ جاتے تھے۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس برائی کو کس نام سے یاد کرتے تھے؟

ج: آپؐ اسے ام الخبائث کے نام سے پکارتے تھے یعنی خبیث چیزوں کی ماں۔

س: مسلمانوں کو اس ام الخبائث سے دور رکھنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا گیا تھا؟

ج: سب سے پہلے انہیں یہ بتایا گیا کہ اگرچہ اس چیز کے پینے سے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن اس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ ہیں۔ پھر نماز کی حالت میں شراب نوشی سے منع فرمایا اور آخری مرتبہ اسے ناپاک اور رجس قرار دے کر مسلمانوں کو اس کے استعمال سے روک دیا۔

س : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے سلسلے میں کن لوگوں پر لعنت کی ؟

ج : آپؐ نے شراب نچوڑنے والوں، کشید کرنے والوں، اٹھانے والوں اور پینے والے سب پر لعنت فرمائی۔

س: قرآن مجید میں جنت کی شراب کا ذکر ہے تو اگر یہ اس دنیا میں حرام ہے تو جنت میں یہ حرام چیز کیسے جائز ہو جائے گی؟

ج: دراصل عربی زبان میں شراب کے لیے خمر کا لفظ بولا جاتا ہے جس کے معنی پردہ کے ہیں اور شراب پینے سے انسان کی عقل پہ پردہ پڑ جاتا ہے جبکہ لفظ شراب کے معنی "پینے" کے ہیں۔ جنت میں جو مشروب دیا جائے گا وہ پاکیزہ ہوگا۔ اس لیے قرآن مجید میں اس کے لیے لفظ شرابًا طہورا استعمال کیا گیا ہے۔

س : کیا ان کے علاوہ بھی کوئی ایسے جرائم ہیں کہ جن پر حد نافذ کی جاتی ہے؟

ج : ہاں ایک اور معاملے قذف میں بھی حد لگائی جاتی ہے۔

قذف سے مراد عورت پر زناکاری کا الزام لگانا ہے لیکن اگر الزام ثابت نہ ہو سکے تو الزام لگانے والے پر زنا کی حد لگائی جاتی ہے اسے حدِ قذف کہتے ہیں۔

یہ حد اس لیے مقرر کی گئی ہے تاکہ لوگ بلا وجہ پاک دامن عورتوں پر زناکاری کے الزام نہ لگاتے رہیں۔

س: حدود کی سزا میں کون سا کوڑا استعمال کیا جاتا تھا؟
ج: عام طور پر کسی درخت کی ٹہنی ہوتی یا جوتے اس مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ مقصد مجرم کو شرمندگی کا احساس دلانا ہوتا تھا نہ کہ اس کی جان نکالنا۔

آجکل سزا کے طور پر جو کوڑا استعمال ہوتا ہے وہ اسلامی کوڑے سے مختلف ہے۔

اسلامی قانون

س: اسلامی قانون سے کیا مراد ہے؟

ج: اسلامی قانون سے مراد وہ احکامات ہیں جو مختلف معاملات کے بارے میں قرآن وحدیث میں دیے گئے ہیں یا قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہاء نے متعین کیے ہیں۔ اسی بناء پر اسلامی قانون کو اسلامی فقہ بھی کہا جاتا ہے۔

س: اسلامی فقہ کی بنیادیں کون سی ہیں؟

ج: اسلامی فقہ کی چار بنیادیں ہیں۔ یعنی:

۱۔ قرآن مجید

۲۔ حدیثِ نبویؐ

۳۔ اجماع اور

۴۔ قیاس

س: قرآن اور حدیث تو واضح بنیادیں ہیں، اجماع اور قیاس سے کیا مراد ہے؟

ج: اجماع سے مراد ایسا مسئلہ ہے کہ جس پہ امتِ مسلمہ کے فقہاء کا اتفاق ہو۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور سنّت نبویؐ سے استدلال کرتے وقت فقہاء کے درمیان اختلاف ہو جاتا ہے لیکن جس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہو اسے اجماع کہتے ہیں۔

س: قیاس سے کیا مراد ہے؟

ج: اگر کوئی مسئلہ قرآن و حدیث میں موجود نہیں تو قرآن و حدیث کی تعلیمات پر قیاس کرتے ہوئے اس کے بارے میں فیصلہ صادر کرنا، قیاس کہلاتا ہے۔

س: قرآن و حدیث سے مسائل کے استنباط کی وجہ سے جو مختلف فقہی مذاہب وجود میں آئے ان کی تعداد کیا تھی؟

ج: اسلام کے ابتدائی زمانے میں مسلمانوں کو سوچنے اور غور و فکر کرنے کی کامل آزادی تھی اس لیے ہر عالمِ دین اپنی رائے کا اظہار آزادی سے کرتا تھا جس کی وجہ سے کوئی ستر (۷۰) کے قریب فقہی مذاہب وجود میں آ گئے تھے۔

س: کیا اب یہ سارے فقہی مذاہب اِس وقت موجود ہیں؟

ج: نہیں۔ زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد کم ہوتی گئی

اور اس وقت صرف ۸ فقہی مذاہب باقی رہ گئے ہیں۔

س: ان آٹھ فقہی مذاہب کے نام کیا ہیں؟

ج: ۱۔ حنفیہ جس کے بانی حضرت امام ابو حنیفہؒ تھے۔

۲۔ مالکیہ جس کے بانی حضرت امام مالکؒ تھے۔

۳۔ شافعیہ جس کے بانی حضرت امام شافعیؒ تھے۔

۴۔ حنبلیہ جس کے بانی حضرت امام احمد بن حنبلؒ تھے۔

۵۔ جعفریہ جس کے بانی حضرت امام جعفر صادقؒ تھے۔

۶۔ زیدیہ جس کے بانی اہلِ تشیع کے ایک دوسرے امام زیدؒ تھے۔

۷۔ ظاہریہ جس کے بانی حضرت امام ظاہر بن حزمؒ تھے۔

۸۔ اباضیہ یہ خارجیوں کا فقہی مذہب تھا۔

س: ہمارے ملک میں ان میں سے کون سے فقہی مذہب پر عمل کیا جاتا ہے؟

ج: ہمارے ملک میں ان میں سے صرف دو فقہی مذاہب یعنی حنفیہ اور جعفریہ کے پیروکار پائے جاتے ہیں۔ اہلِ حدیث حضرات اگرچہ بظاہر کسی فقہی امام کی پیروی نہیں کرتے لیکن عملاً وہ امام ابنِ تیمیہ کے فقہ کی پیروی کرتے ہیں۔

س: کہا جاتا ہے کہ حنفی فقہ کے بانی حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فقہ پر کوئی کتاب نہیں لکھی تھی تو ان کی طرف منسوب فقہ کو "فقہ حنفی" کیوں کہا جاتا ہے؟

ج: دراصل حنفی فقہ کو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں نے مرتّب کیا تھا لیکن چونکہ انھوں نے یہ کام حضرت امامؒ کے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں کیا تھا اس لیے اسے حنفی فقہ کہتے ہیں۔

س: کیا اس فقہ کو جو آج سے ایک ہزار سال سے بھی پہلے مرتّب کی گئی تھی، اسلامی قانون کے طور پر آج نافذ کیا جا سکتا ہے؟

ج: اس بارے میں موجودہ زمانے کے علماء نے یہ اصول طے کیا ہے کہ جس ملک میں جس فقہ کے پیروکاروں کی اکثریت ہو، اُس ملک میں اسی فقہ کو نافذ کر دینا چاہیے۔

س: اگر موجودہ زمانے کے حوالے سے کچھ ایسے مسائل درپیش ہوں جن کا ذکر فقہ کی کتابوں میں نہ ہو تو ان کے بارے میں کیا کیا جائے گا؟

ج: ان کے بارے میں دوسرے فقہا کی آراء کو دیکھا جائے گا۔ اگر کوئی رائے مل جائے تو اسے اختیار کیا جائے گا۔

س: بعض ایسے مسائل ہیں کہ زمانۂ قدیم میں ان کا رواج نہیں تھا مثلاً ٹیلی وژن وغیرہ کا استعمال، کہ یہ زمانۂ جدید کی ایجاد ہے اور علماء حضرات اس کا استعمال حرام قرار دیتے ہیں؟

ج: اسلامی قانون کی تدوین کے بعد مختلف زمانوں میں جو مسائل پیدا ہوتے رہے، مسلمان علماء قرآن و سنت اور اسلامی قانون کی نظائر کی روشنی میں ان کے بارے میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ مثلاً پچھلی صدی میں اسلامی دنیا میں تمباکو نوشی کا رواج ہوا تو تمام دنیا

کے مسلمان علماء نے اسے خباثت پر قیاس کرتے ہوئے حرام قرار دے دیا تھا۔

س: علماء کے حرام قرار دے دینے کے باوجود ہمارے معاشرے میں اس برائی کا عام رواج کیوں ہے؟

ج: دراصل جس وقت تمباکو نوشی کا رواج ہوا اس وقت تمام اسلامی ملکوں پر یورپی اقوام کا قبضہ تھا اور تمباکو سازی کی تمام کمپنیاں ان کے اہلِ وطن نے قائم کر رکھی تھیں۔ اس لیے اس کے رواج دینے میں ان یورپی اقوام نے اپنے اہلِ وطن کی خوب مدد کی اور تمباکو نوشی کو اس طرح عام کر دیا کہ یہ لوگوں کی فطرتِ ثانیہ بن گئی اور اس کے خلاف لوگوں نے علماء کے فتاویٰ کا کوئی خیال نہ کیا۔

س: ٹیلی وژن تو ایک مفید ایجاد ہے لیکن علماء نے اسے بھی حرام قرار دے دیا ہے لیکن ان کے فتووں کے باوجود آج یہ ہر گھر میں موجود ہے؟

ج: ٹیلی وژن کے خلاف تمام علماء نے فتویٰ نہیں دیا بلکہ ان کی اکثریت اسے جائز قرار دیتی ہے۔ وہ ریڈیو پر درسِ قرآن دیتے ہیں اور تقریریں کرتے ہیں۔ جن علماء نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے ان کا خیال ہے کہ اس کے دیکھنے میں مشغول ہو جانے سے مسلمان عبادات سے غافل ہو جائیں گے۔

س: نئے پیدا ہونے والے اسلامی قانون کے مسائل کے بارے میں

علماء کے اختلاف کو کس طرح ختم کیا جائے گا؟

ج: جب ملک میں اسلامی قانون نافذ ہوگا تو اس مقصد کے لیے ایک ادارہ قائم کیا جائے گا اور اس میں شامل علماء کسی نئے مسئلہ کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں فتویٰ دیں گے۔

اسلام کا قانونِ وراثت

س: اسلام کے قانونِ وراثت سے کیا مراد ہے؟

ج: قانونِ وراثت سے مراد، وراثت کے وہ حصے ہیں جو کسی مرنے والے مسلمان کے رشتہ داروں کے لیے شریعتِ اسلامی میں مقرر ہیں۔

س: وراثت کے بارے میں قرآن مجید میں کیا احکام نازل ہوئے تھے؟

ج: ارشادِ ربانی ہے کہ:

"ہم نے ہر اس ترکے کے وارث مقرر کر دیے جو والدین یا قریبی رشتہ دار موت کے بعد چھوڑ جاتے ہیں"۔

س: وراثت کے بارے میں احکام، قرآن مجید کی کس سورت میں ملتے ہیں؟

ج: وراثت کے بارے میں تقریباً تمام احکامات سورت النساء میں بیان ہوتے ہیں۔

س: کہا جاتا ہے کہ شریعتِ اسلامی میں وراثت میں عورت کا حصہ مرد کے نصف ہے تو یہ حکم کونسی آیت میں پایا جاتا ہے؟

ج: قرآن مجید میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے البتہ بیٹے اور بیٹی کے بارے میں حکم ہے کہ مرنے والے کے ترکے میں سے بیٹی کو بیٹے کے مقابلے میں نصف ملے گا۔ باقی صورتوں میں مردوں اور عورتوں کے حصے برابر ہوں گے مثلاً بھائی بہن اور ماں اور باپ کے حصے ترکے میں برابر ہیں حالانکہ بھائی اور باپ مرد ہیں جبکہ ماں اور بہن عورتیں ہیں۔

س: کیا وراثت کے مقرر کردہ حصوں کے علاوہ کوئی انسان مرنے سے پہلے اپنی جائیداد کسی دوسرے کو دے سکتا ہے یا اس بارے میں وصیت کر سکتا ہے؟

ج: جہاں تک اپنی زندگی میں کسی کو مال دینے کا تعلق ہے تو اس بارے میں ہر آدمی آزاد ہے۔ وہ جس طرح چاہے اپنا مال خرچ کر سکتا ہے، تاہم اگر وہ کسی کو فوراً دینے کی بجائے اپنی موت کے بعد دینے کی وصیت کرنا چاہتا ہے تو شریعتِ اسلامی کے مطابق وہ اپنے مال کے ایک تہائی حصے کی وصیت کر سکتا ہے۔

س: ماں باپ کو مرنے والے کی وراثت میں سے کتنا حصہ بطورِ وراثت

ملتا ہے؟

ج: دونوں کو اپنے بیٹے کے ترکے سے چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اسی طرح اگر ماں باپ نہ ہوں تو بہن اور بھائی کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔ دیکھیے یہاں ماں اور بہن عورتیں ہیں لیکن انہیں برابر برابر حصّہ مل رہا ہے۔

س: بعض علماء کا قول ہے کہ اگر کسی آدمی کا لڑکا اس کی زندگی میں فوت ہو جائے تو اس لڑکے کا بیٹا دادا کی وراثت سے محروم ہو گا؟

ج: بعض علماء کا اس بارے میں یہی فتوٰے ہے لیکن روشن خیال علماء نے وراثت کے بارے میں اسلامی قانون کی تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے یتیم پوتے کا حق، دادا کی میراث میں ثابت کر دکھایا ہے۔

س: کیا اب یتیم پوتے کو اس کے دادا کی میراث سے حصہ مل رہا ہے؟

ج: جی ہاں۔ حکومت نے علماء کے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء میں یہ لازمی قرار دے دیا ہے کہ یتیم پوتے کو اس کے دادا کی جائیداد میں حصہ دیا جائے۔

والدین کے حقوق

س: اسلام میں والدین کے حقوق کے بارے میں کیا تاکید کی گئی ہے؟

ج: سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

یعنی اپنے والدین کے ساتھ خوبصورت سلوک کرو۔

ہمارے ہاں لفظ "احسان" کا مفہوم بڑا محدود ہے اور اس سے مراد کسی سے اچھا سلوک کرنے کے ہیں۔ دراصل اس لفظ کا مادہ حسن ہے جس کے معنی خوبصورتی کے ہیں یعنی "خوبصورت سلوک" کرو۔

س: والدین کے حقوق کو دوسرے رشتہ داروں کی نسبت زیادہ اہمیت کیوں دی گئی ہے؟

ج: اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین بڑی تکالیف برداشت کر کے اپنے بچوں

کی پرورش کرتے ہیں اور اپنا سب کچھ ان پہ قربان کر دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے بچوں سے توقع کی جاتی ہے کہ جب وہ بوڑھی عمر کو پہنچیں تو ان کے ساتھ خوبصورت سلوک کیا جائے تاکہ آخری عمر میں انہیں راحت محسوس ہو اور یہ کہ ان کی قربانیاں ضائع نہیں گئیں۔

س: ایک صحابیؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داروں کی خدمت کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے اسے کیا جواب دیا تھا؟

ج: آپؐ نے اسے والدین کی خدمت کرنے کے لیے کہا اور آپؐ نے اس ارشاد کو تین مرتبہ دہرایا۔

س: اولاد کے بارے میں والدین کو کیا حکم دیا گیا ہے؟

ج: قرآن مجید کی سورت التغابن میں ارشاد ہے کہ:

"تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اجر ہے۔ پس جب تک تمہارے بس میں ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سنو! اور اطاعت کرو اور اپنے مال خرچ کرو۔ یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

س: قرآن مجید نے اولاد کے بارے میں یہ اتنی مفصل تاکید کیوں فرمائی؟

ج: یہ اس لیے کہ اگر بعد میں ان کی اولاد نافرمان ہو کر آخری عمر میں ان کی خدمت نہ کرے تو انہیں غمگین نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے

کہ جو کچھ انھوں نے اولاد کے سلسلے میں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل تھی۔

س: قرآن مجید میں اولاد کو والدین کی خدمت کے بارے میں کیا تاکید کی گئی ہے؟

ج: عمر کے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے بوڑھے لوگوں کی زبان میں چڑچڑاپن آجاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر والدین کوئی ایسی ویسی بات بھی کریں تو ان کے جواب میں اُف تک نہ کی جائے۔

س: والدین کی خدمت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا؟

ج: آپؐ نے فرمایا کہ:

"جس شخص نے اپنے بوڑھے والدین کو پایا، پھر ان کی حتی المقدور خدمت کی تو اس کے لیے جنت لازم ہو گئی"۔

عورتوں کے حقوق

س: کیا اسلام میں عورت اور مرد کے حقوق برابر ہیں؟

ج: قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ عورتوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو مَردوں کے ہیں۔

سورت البقرہ کی آیت ۲۲۸ میں ارشاد ہے:

ولھنّ مثل الذی علیھنّ بالمعروف

ترجمہ: "عورتوں کی جتنی ذمہ داریاں ہیں ان کے مقابلے میں اتنے ہی ان کے حقوق بھی ہیں۔"

س: کچھ علماء کا خیال ہے کہ عورت کا درجہ مرد سے کمتر ہے اس لیے ان کا یہ مطالبہ ہے کہ اس کی دیت بھی نصف ہونی چاہیے اور اس کا ووٹ بھی نصف شمار ہو؟

ج: اس بارے میں عام طور پر آیتِ وراثت سے دلیل لاتے ہیں کہ اس میں عورت کا حصہ مرد سے نصف ہے لیکن انھوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا۔ وہاں عام عورت کا حصہ نہیں بلکہ بیٹی کا حصہ ہے۔ عام عورت کا حصہ ماں اور بہن کی صورت میں اسی آیت میں مرد کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

س: عورت کی دیت سے کیا مراد ہے؟ اور اسے مردوں کی دیت کے نصف کیوں قرار دیا جاتا ہے؟

ج: دیت سے مراد خوں بہا ہے۔ یعنی اگر کسی مرد یا عورت کو غلطی سے قتل کر دیا جائے تو اس کے اہلِ خانہ کو جرمانہ کے طور پر ایک مخصوص رقم ادا کی جائے اسے دیت کہتے ہیں۔

قرآن مجید کی رو سے مرد اور عورت کی دیت برابر ہے۔ کچھ اہلِ علم اس بارے میں احادیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن جو لوگ عورت کی پوری دیت کے قائل ہیں انھوں نے اس کا مناسب جواب دیا ہے۔

س: کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں مردوں کو عورتوں پر حاکم مقرر کیا گیا ہے؟

ج: دراصل اس بارے میں سورۃ النساء کی آیت ۳۴ سے غلط استدلال کیا جاتا ہے۔ آیت کے الفاظ ہیں:

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ

یہاں قوّامون کے معنی حاکم لیے جاتے ہیں اور آیت کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

س: کیا قوّامُونَ کا یہ مفہوم غلط ہے؟

ج: جی ہاں۔ اس لفظ کا یہ مفہوم غلط ہے۔ عربی لغت کے مطابق اس کے معنی روزی مہیّا کرنے کے ہیں یعنی عورتوں کی روزی مہیّا کرنا مردوں کی ذمہ داری ہے۔ اسے بعض مفسّرین نے عورت کی منفرد خصوصیت قرار دیا ہے۔

س: کس بنا پر اسے عورت کی منفرد خصوصیت قرار دیا گیا ہے؟

ج: قرآن مجید میں قوم کے لیے امّت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ امّت کا مادہ اُمّ یعنی ماں ہے جس سے واضح ہے کہ ماں یعنی عورت قوم کی تشکیل کی ذمہ دار ہے۔

س: اسلام نے جب مرد اور عورت کے درمیان مساوات قائم کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ آج بھی عورت کو مرد کے مقابلے میں کمتر سمجھا جاتا ہے؟

ج: اس کی وجہ یہ ہے کہ رزق کمانے کی وجہ سے ہمیشہ مرد ہی معاشرے پر چھائے رہے جس کی بنا پر عورتوں کو دوسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اگرچہ عورت کو برابر کا درجہ دیا لیکن جاہلیت کے اثرات ابھی تک باقی تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اہم موقع پر مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ عورتوں کے اسلامی حقوق کا خیال رکھیں۔ یہاں تک کہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں بھی اس پر بہت زور دیا۔

س: خطبہ حجۃ الوداع میں آپؐ نے اس بارے میں کیا فرمایا؟

ج: آپؐ نے فرمایا کہ:

"عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یاد رکھو تمہارے عورتوں پر اور عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔"

س: عورتوں کے اخراجات کی ذمہ داری اگر مردوں پر ہے تو کیا وہ کما سکتی ہیں۔ بعض علماء عورتوں کے گھر سے باہر کام کرنے کے مخالف ہیں؟

ج: عورتیں ضرورت کے تحت گھر سے باہر بھی جا سکتی ہیں اور کما بھی سکتی ہیں۔ ان کی کمائی ان کی اپنی ملکیت میں رہے گی۔ اس بارے میں قرآن مجید کی سورت النساء کی آیت ۳۲ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ:

"مردوں کے لیے وہ حصہ ہے جو وہ کماتے ہیں اور عورتوں کے لیے وہ حصہ ہے جو وہ کماتی ہیں۔"

س: ہمارے ہاں مرد اگر کوئی خرابی کرے تو اس کا نوٹس نہیں لیا جاتا لیکن عورتوں کی معمولی لغزشوں کو اچھال کر ان کی زندگیاں تباہ کی جاتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: اسلام نے لغزش کی صورت میں دونوں کی ایک ہی سزا مقرر کی ہے۔ یعنی دونوں کو سو سو کوڑے مارو۔ لیکن ہمارے ہاں چونکہ معاشرے میں مرد غالب ہیں اس لیے ان کی لغزشوں کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی، جبکہ عورتوں کو ان کے ناکردہ گناہوں کی بھی سزا دی جاتی ہے۔

س: اگر مرد اور عورت کا اسلام میں برابر کا درجہ ہے تو مسلمانوں کے گھروں میں لڑکیوں کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار کیوں کیا جاتا ہے؟

ج: قرآن مجید میں یہ بیان ہوا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کسی کو لڑکی کے

پیدا ہونے کی اطلاع دی جاتی تھی تو اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو جاتا وہ غصے سے بھر جاتا اور اپنی لڑکی کو زندہ دفن کر دیتا۔ اسلام نے اس رسم کو ختم تو کر دیا لیکن اس کے باوجود اس کے اثرات ابھی تک باقی ہیں۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط رسم کو مٹانے کے لیے کیا اقدامات کیے تھے؟

ج: دراصل عورت کا رتبہ گھٹانے میں خود عورت کا بڑا ہاتھ رہا ہے اور موجودہ معاشرے میں بھی اس کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت اس امر کا عہد لیتے تھے کہ وہ بچیوں کو زندہ دفن نہیں کریں گی۔

س: لڑکے اور لڑکی کے بارے میں قرآن مجید کے کیا ارشادات ہیں؟

ج: ارشادِ ربانی ہے کہ:

"لڑکیاں بھی اللہ تعالیٰ کے قانونِ مشیّت کے مطابق پیدا ہوتی ہیں اور لڑکے بھی۔ بعض کے ہاں لڑکے اور لڑکیاں دونوں پیدا ہوتی ہیں اور بعض کے ہاں سرے سے اولاد ہی نہیں ہوتی۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قانونِ مشیّت کے تحت ہوتا ہے۔

س: اگر شریعتِ اسلامی میں عورت اور مرد کے حقوق برابر ہیں تو ہمارے ہاں انہیں گھروں میں بند رکھنے پر کیوں اصرار کیا جاتا ہے؟

ج: قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق عورتوں کو چار دیواری میں بند کر کے رکھنا ایک سزا ہے اور یہ سزا ان عورتوں کو دی جا سکتی ہے جن سے کچھ بے حیائی

کی بدعنوانیاں ظاہر ہو رہی ہوں۔ یعنی وہ زنا کی مرتکب تو نہ ہوئی ہوں البتہ ان سے ایسی حرکات ظاہر ہوں جو ناجائز جنسی تعلق کی طرف لے جانے والی ہوں۔

س: عورت کی گواہی کو مرد کے نصف کیوں سمجھا جاتا ہے؟

ج: قرآن مجید میں عورت اور مرد کی گواہی کو برابر قرار دیا گیا لیکن چونکہ معاشرے پر مردوں کا غلبہ ہے اس لیے اسے اپنے ساتھ ایک دوسری عورت رکھنے کی تاکید ہے تاکہ وہ عدالت میں گھبرائے نہیں۔ اس کی مزید تفصیلات عورت کی شہادت کے ذیل میں بیان کی جائیں گی۔

رشتہ داروں کے حقوق

س: قرآن مجید میں رشتہ داروں کے حقوق کو کیا اہمیت دی گئی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اللہ کے تقویٰ کے بعد، رشتہ داروں کے حقوق کی پاسداری کو درجہ دیا ہے۔ جب سورۃ النساء کے شروع میں فرمایا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو جس سے تم سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں کے معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔"

س: رشتہ داروں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنا چاہیے؟

ج: اس بارے میں بھی قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ ایسا سلوک کرو جو خوبصورت ہو۔

سورت النساء کی آیت ۳۶ میں ارشاد ہے کہ:

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی

ترجمہ: "اور والدین کے ساتھ خوبصورت سلوک کرو اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی"۔

س: ایک رشتہ دار کے دوسرے رشتہ داروں پر کیا حقوق ہیں؟

ج: اگر کوئی رشتہ دار غریب ہو تو اس کی مالی مدد کی جائے۔ ان کی خوشی غمی میں شریک ہوا جائے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی رشتہ دار بدلیتی کا مظاہرہ کرے تو اس کے ساتھ بھی نیک سلوک کیا جائے۔

س: رشتہ داروں کے بارے میں عربی زبان میں ایک ضرب المثل ہے:

اَلْاَقَارِبُ عَقَارِبُ

کہ "قریبی رشتے دار بچھو ہیں"

اس میں کہاں تک صداقت ہے؟

ج: اس ضرب المثل کی صداقت کا مشاہدہ تو ہم ہر روز کرتے رہتے ہیں اور اسی لیے تو ان رشتہ داروں کے اس زہر کو ختم کرنے کے لیے ان سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی رشتہ دار بدخواہ ہو تو اس سے بھی نیک سلوک کر کے اس کا دل جیتنا چاہیے۔

س: رشتہ داروں سے اچھے سلوک کی قرآن مجید میں کیا نظیر قائم کی گئی ہے؟

ج: قرآن مجید میں تمام قریبی رشتہ داروں کے لیے میت کے ترکے میں حصے مقرر کیے گئے ہیں۔ ان حصوں کا یہ تقاضا بھی ہے کہ یہ رشتہ دار اسی حساب سے ذمہ داریاں بھی محسوس کریں۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کے بارے میں کن الفاظ میں تاکید فرمائی؟

ج: آپؐ نے فرمایا:

"رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مومنوں کے رزق میں وسعت اور ان کی عمر میں برکت دیتا ہے۔"

س: صدقہ و خیرات میں غریب لوگوں میں سے کن کو اوّلیت دینی چاہیے؟

ج: صدقہ و خیرات کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ سب سے پہلے اپنے رشتہ دار کو اوّلیت دینی چاہیے۔ دراصل یہ ایک بین الاقوامی سچائی ہے۔ انگریزی زبان کی بھی ایک ضرب المثل ہے کہ:

"خیرات گھر سے شروع ہوتی ہے"۔

س: اسلامی معاشرہ کا بنیادی اصول مساوات ہے۔ اس اصول پر کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے؟

ج: اگر ہر خاندان کے امیر لوگ، اپنے غریب لوگوں کی حالت بہتر بنانے پر توجہ دیں تو ہمارا معاشرہ اسلامی مساوات کا عملی نمونہ بن سکتا ہے۔ اسی وجہ سے تو رشتہ داروں کو ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

پڑوسیوں اور بیماروں کے حقوق

س: پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

ج: گھر سے ملحقہ پڑوسیوں کے اسلام نے بہت سے حقوق گنوائے ہیں۔ ان حقوق کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"حضرت جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں اتنی تاکید کرتے تھے کہ مجھے شک گزرا کہ اسے میرے ترکے کا وارث بنا دیا جائے گا۔"

س: بھوکے پڑوسی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟

ج: آپؐ نے فرمایا کہ:

"اگر کوئی مومن پیٹ بھر کر سوتا ہے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہتا ہے تو وہ

مومن کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا"۔

س: پڑوسی کے عام حقوق کے بارے میں آپؐ نے کیا تاکید فرمائی؟

ج: آپؐ نے فرمایا کہ:

"جب کسی کا پڑوسی بیمار ہو تو وہ اس کی عیادت کرے۔ اسے کوئی خوشی پہنچے تو اسے مبارکباد دے اور اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے"۔

س: قرآن مجید میں پڑوسیوں کے کتنے درجے بیان کیے گئے ہیں؟

ج: قرآن مجید میں پڑوسیوں کے تین درجے بیان کیے گئے ہیں۔

سورۃ النساء کی آیت ۳۶ میں ارشاد ہے اور اللہ تعالیٰ نے

۱۔ ہمسایہ قریب

۲۔ ہمسایہ بے گانہ اور

۳۔ پہلو کے پڑوسی کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے۔

س: کچھ لوگ ایسی حرکات کرتے ہیں جس سے پڑوسیوں کو پریشانی ہوتی ہے۔ اس بارے میں اسلامی حکم کیا ہے؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے معاملات کا بڑی سختی سے نوٹس لیا۔

ایک مرتبہ آپؐ نے سخت ناراضگی کی حالت میں فرمایا کہ:

"اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہے جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں"۔

آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ عربی معاشرے میں جو بات تین مرتبہ دہرائی

جاتی ہے اسے ایک ایسی حقیقت سمجھا جاتا ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔

س: پڑوسیوں کے ساتھ شرارت سے کیا مطلب ہے؟

ج: اس قسم کی حرکتیں کرنا کہ جس سے انہیں تکلیف پہنچے۔ مثلاً گھروں کے سامنے گندگی ڈالنا۔ اپنے گھر کے اندر ایسا شور کرنا کہ پڑوسی کے آرام میں مداخلت ہو۔ اونچی آواز سے ریڈیو وغیرہ لگانا۔

س: پڑوسی کی کس طرح مدد کی جائے؟

ج: پڑوسی اگر غریب ہے تو اس کی روپے پیسے سے بھی مدد کی جاسکتی ہے اگر بدمعاش قسم کے لوگوں سے اس کی عزت کو خطرہ ہے تو اس کے ساتھ مل کر ان بدمعاشوں کا مقابلہ کرنا بھی اس کی مدد ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسی مشکلات کے وقت وہ پڑوسی بھی آپ کی مدد کرے گا۔

س: بیماروں کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟

ج: بیمار لوگ عام طور پر اپنی خدمت اور خبر گیری نہیں کر سکتے۔ ان کی دیکھ بھال، خدمت اور تیمارداری اگرچہ اس کے رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے لیکن پڑوسیوں سے بھی توقع کی جاتی ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو، ان سے تعاون کریں۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماروں کے بارے میں کیا تاکید فرمائی تھی؟

ج: آپؐ نے فرمایا تھا کہ:

"جو مسلمان بھی کسی مسلمان بھائی کے غم کو ہلکا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے غم کو ہلکا کرے گا اور مسلمان کے اپنے مسلمان بھائی پر پانچ حقوق ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرے۔"

س: جب انسان کسی مریض کی عیادت کے لیے جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

ج: اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

'مریض کی پیشانی پر ہاتھ رکھنا چاہیے۔ اسے تسلی اور دلاسہ دینا چاہیے اور اس کی شفایابی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔

س: بیماروں کی عیادت کو آپؐ نے کن دوسرے کاموں کے ساتھ شامل کیا تھا؟

ج: آپؐ نے عمومیت کے ساتھ مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ بھوکے کو کھانا کھلایا جائے۔ قیدیوں کو چھڑایا جائے اور بیماروں کی عیادت کی جائے۔

غیر مسلموں کے حقوق

س: اسلامی ممالک میں جو غیر مسلم رہتے ہیں ان کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟

ج: ابتدائے اسلام میں ان کی دو حیثیتیں ہوتی تھیں:

ایک معاہد کی۔

دوسری ذمّی کی۔

معاہد وہ غیر مسلم ہوتے تھے جو شروع سے ہی اسلامی ریاست میں رہتے تھے جیسے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے یہودی اور عیسائی۔ انہیں مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل تھے۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے ان کے حقوق کی ضمانت دی۔

س: ذمّی غیر مسلم کون سے لوگ تھے؟

ج: ذمّی غیر مسلم مفتوحہ ممالک کے غیر مسلم ہوتے تھے۔ یہ اہلِ ذمّہ کہلاتے تھے

جن کا لفظی مطلب یہ تھا کہ ان کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ان سے فوجی خدمات نہیں لی جاتی تھیں۔ اس کی بجائے انہیں فی کس جزیہ ادا کرنا ہوتا تھا۔

س: پاکستان میں رہنے والے غیر مسلموں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج: یہ لوگ معاہد کے ذیل میں آتے ہیں کیونکہ قیامِ پاکستان کے وقت یہ لوگ یہاں موجود تھے۔ یہ کسی ملک کی فتح کی وجہ سے پاکستان کے شہری نہیں بنے۔

س: اہلِ معاہد غیر مسلموں کو پاکستان میں کیا حقوق حاصل ہوں گے؟

ج: انہیں وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہوگی۔

س: کیا غیر مسلم اسلامی ریاست میں ایسا کاروبار بھی کر سکتے ہیں جو شریعتِ اسلامی میں ناجائز ہو؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا تھا تو ان پر صرف ایک پابندی لگائی تھی کہ وہ اسلامی مملکت میں سودی کاروبار نہیں کریں گے۔ دوسرے ناجائز معاملات یعنی شراب اور سور کی خرید و فروخت کی انہیں اجازت دی کیونکہ یہ ان کے مذہب میں جائز تھا۔

س: آجکل تو کسی ملک کو فتح کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو کیا اس کے باوجود بھی اسلامی ملکوں میں ذمی غیر مسلموں کا وجود ہو سکتا ہے؟

ج: نہیں۔ موجودہ زمانے کی عالمی سیاسی صورت حال کے مطابق چونکہ کسی ملک کو فتح نہیں کیا جا سکتا اس لیے اس زمانے میں ذمی غیر مسلموں کے وجود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

س: کیا قرآن مجید نے غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں کوئی تخصیص کی ہے؟

ج: دراصل قرآن مجید ایک ایسا انسانی معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں عدل و انصاف ہو اور اس بارے میں اس نے یہ حکم دیا کہ:

"کسی قوم کی عداوت، تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف نہ کر سکو"۔ ہر حال میں عدل و انصاف کرو کہ یہ بات تقویٰ کے قریب ہے"۔

(المائدہ : ۸)

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دوسرے لوگوں کے بارے میں کیا تاکید فرمائی تھی؟

ج: آپؐ نے مسلمانوں کو تلقین فرمائی تھی کہ:

"تم دوسرے لوگوں کے لیے بھی وہی چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو"۔

س: کفارِ مکہ مسلمانوں کے ساتھ برسرِپیکار تھے لیکن جب آپؐ نے مکہ مکرمہ میں قحط کی خبر سنی تو آپؐ نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟

ج: اگرچہ آپؐ نے کفارِ مکہ کے ہاتھوں بے حد و حساب دکھ اٹھائے تھے لیکن جب ۶ھ میں آپؐ کو وہاں پر قحط کی خبر ملی تو آپؐ نے ہر طرح سے اپنے ان جانی دشمنوں کی مدد کی۔

جانوروں سے سلوک

س: اللہ تعالیٰ نے جانور کس مقصد کے لیے پیدا کیے ہیں؟

ج: اس بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ وہ ان پر سواری کریں اور یہ جانور انسانوں کے لیے باعثِ زینت بنیں"۔

س: گھوڑوں کو عرب معاشرے میں کیا مقام حاصل تھا؟

ج: گھوڑا عربوں کی زندگی کا محور تھا۔ وہ صرف جنگ میں ہی اسے استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے تمام کھیل تماشے بھی اس کے گرد گھومتے تھے

س: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گھوڑوں کی اہمیت کی طرف کس طرح اشارہ فرمایا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے سورۃ العادیات میں گھوڑوں کی قسم کھائی ہے۔ قسم کھانے کا

مطلب یہ ہے کہ انہیں ایک تاریخی حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے۔

س: جانوروں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہدایات جاری فرمائیں؟

ج: آپؐ نے ہدایات جاری فرمائیں کہ:

"یہ بے زبان مخلوق ہے اس لیے اسے نہ تو بھوکا پیاسا رہنے دیا جائے اور نہ ہی اسے کوئی تکلیف دی جائے"!

س: آپؐ جانوروں کو تکلیف دینے کا کوئی منظر دیکھتے تو آپؐ کا کیا ردِ عمل ہوتا تھا؟

ج: آپؐ ایسا منظر دیکھ کر ہمیشہ ناراضگی کا اظہار فرماتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے ذبح کرنے کے لیے ایک جانور کو باندھا اور خود چھری تیز کرنے لگا۔ آپؐ یہ منظر دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور اس شخص کو ناراض لہجے میں فرمایا:

"تم کتنی مرتبہ اس کی جان لو گے؟"

س: جانور ذبح کرنے کے بارے میں آپؐ نے کیا ہدایات جاری فرمائیں؟

ج: آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ جانور اس طریقے سے ذبح کیے جائیں کہ انہیں کم سے کم تکلیف ہو۔

س: جانوروں اور پرندوں کا جو شکار کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ زخمی ہونے سے انہیں اذیت پہنچتی ہو گی، اس بارے میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟

ج: اسلام نے اکثر جانوروں کا گوشت مسلمانوں کے لیے حلال کیا ہے اور ان میں سے حلال جانوروں اور پرندوں کے شکار کرنے کی اجازت دی۔ خیال رہے کہ اسلام میں شکار کرنے کی اجازت ہے، شکار کھیلنے کی نہیں جبکہ آجکل زیادہ تر شکار کھیلا جاتا ہے۔

س: شکار کرنے اور کھیلنے میں کیا فرق ہے؟

ج: شکار خوراک حاصل کرنے کی غرض سے کیا جاتا ہے، ایسا کرنا شریعت اسلامی میں جائز ہے جبکہ شکار کھیلنے والے کا مقصد محض سیر و تفریح ہوتا ہے، خوراک حاصل کرنا نہیں۔ آجکل زیادہ تر سیر و تفریح کے لیے شکار کیا جاتا ہے۔

س: یہ فیصلہ کس بنیاد پر دیا جاتا ہے؟

ج: اس فیصلے کی بنیاد یہ ہے کہ آجکل کسی جانور کو شکار کرنے پر جتنا خرچ اٹھتا ہے اس سے بہت کم قیمت پر ایسے ہی جانور کا گوشت آسانی سے دستیاب ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ شکار خوراک حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ صرف سیر و تفریح کے لیے کیا جاتا ہے اس لیے شریعتِ اسلامی میں حرام ہے۔

س: بعض شکاری پرندوں کے بچے ان کے گھونسلوں سے اٹھا لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں شریعتِ اسلامی کا کیا حکم ہے؟

ج: ایسا کرنا بھی جائز نہیں۔

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ چادر کے نیچے چھپا کر کسی پرندے کے بچے لائے

توآپؑ ان پر سخت ناراض ہوئے اور حکم دیا کہ جہاں سے بچے اٹھائے
ہیں وہیں پر ان کو رکھ دیا جائے۔

اسلام کا عدالتی نظام

س: اسلام میں عدالتی نظام کا کیا تصور ہے؟

ج: اسلام محض قانون کے نفاذ اور مجرموں کو سزا دینے پر اصرار نہیں کرتا بلکہ وہ اس مقصد کے لیے ایک ایسا معاشرہ قائم کرتا ہے کہ جس میں سرے سے جرائم وقوع پذیر ہی نہ ہوں اور اس طرح جرائم کے سرچشموں کو ہی ختم کر دیا جائے۔

س: جھگڑوں کی بنیاد زیادہ تر کن چیزوں پر ہوتی تھی؟

ج: ساری انسانی تاریخ میں جھگڑوں کی بنیاد تین چیزوں پر رہی ہے اور وہ تین چیزیں یہ ہیں:

۱۔ زر

۲۔ زمین

۲۔ زن

اور اسلام نے ان تینوں بنیادوں کے بارے میں ایسی تعلیمات دیں کہ جھگڑے پیدا ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی۔

س: زر یعنی مال و دولت کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

ج: زر کے بارے میں اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ اس کے کمانے پر تو کوئی پابندی نہیں لیکن اس کے خرچ کرنے پر پابندی ہے۔

اسلام سادہ زندگی کی تلقین کرتا ہے اور اپنی ضرورت سے جو بچ جائے اسے وہ دوسروں کی ضروریات پر خرچ کرنے پر زور دیا ہے۔

اگر مومن اس عادت کو اپنا لیں تو پھر جھگڑے کی ایک بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔

س: جھگڑوں کی دوسری بنیاد یعنی اراضی کے بارے میں شریعتِ اسلامی کے کیا احکامات ہیں؟

ج: اسلامی قانون کے مطابق اراضی کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عشری

۲۔ خراجی

عرب کی اراضی کو عشری سمجھا جاتا تھا اور بعد میں مسلمانوں نے جو ممالک فتح کیے ان کی زمین خراجی قرار دی گئی۔ خراجی کا مطلب یہ تھا کہ وہ اسلامی حکومت کی ملکیت تھیں، کسی شخص یا فرد کی ملکیت نہیں تھیں۔ جب یہ کسی فرد کی ملکیت ہی نہ رہیں تو پھر جھگڑے کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔

تیسری بنیاد "زن" یعنی عورت تھی۔ اس کے بارے میں اسلام نے مسلمانوں کو یہ باور کرادیا کہ عورت کوئی بازاری چیز نہیں۔ وہ بھی مردوں کی طرح قابلِ احترام مستحق ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ابتدائی معاشرے میں عورت کا یہ احترام پیدا ہوگیا تھا اس لیے اس بارے میں جرائم کی بہت کم نوبت آئی۔

س: مقدمات کے فیصلوں کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہدایات جاری فرمائی تھیں؟

ج: آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ:

"مسلمان حکمرانوں کے سامنے جو معاملات یا مقدمات لائے جائیں ان کے فیصلے فوری ہونے چاہییں۔ دوسرا یہ کہ فیصلہ کرتے وقت ہمیشہ عدل سے کام لیا جائے۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ارشاد ہے کہ:

"اے مومنو! کسی فریق کی دشمنی تمہیں ناانصافی کرنے پر آمادہ نہ کرے بلکہ ہر حال میں عدل کرنا چاہیے جو تقویٰ کا تقاضا ہے۔"

س: دورِ رسالت میں مقدمات کے فیصلے کس طرح پر ہوتے تھے؟

ج: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاشرے میں جھگڑے ناپسند کرتے تھے اس لیے اگر صحابہؓ کے درمیان کوئی تنازعہ بھی پیدا ہو جاتا تو وہ مقدمہ درج کرانے کی بجائے اس بارے میں شرعی فیصلہ معلوم کر لیتے اور پھر بڑی خوش دلی سے اس پر عمل کر لیتے۔

س: اگر لوگ اپنے معاملات اس طرح خود طے کر لیتے تھے تو قاضی کا کیا کام

ہوتا تھا؟

ج: دراصل ابتدائی زمانے میں قاضی اور مفتی میں بہت کم فرق کیا جاتا تھا۔ قاضی سے مراد فیصلے کرنے والا اور مفتی سے مراد شرعی رائے بیان کرنے والا ہے۔ چونکہ مقدمات کی تعداد کم ہوتی تھی اس لیے قاضیوں سے شرعی رائے معلوم کر کے فریقین اس پر خود عمل کر لیتے تھے۔

س: اسلام کے سب سے پہلے قاضی کون تھے؟

ج: اسلام کے سب سے پہلے قاضی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ مفتی بھی تھے اور قاضی بھی۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ صحابہؓ جھگڑے میں صرف شرعی رائے دریافت کرتے تھے اس لیے بہت کم جھگڑے مقدمے کی صورت میں آپؐ کی خدمت میں پیش ہوئے۔

س: کیا اسلام کے نظامِ عدل کے اس طریقے پر بعد میں بھی عمل ہوا یا مفتیوں کی جگہ قاضیوں نے لے لی؟

ج: ہر دور میں نیک لوگ عدالتوں میں جانے کی بجائے اپنے معاملات شرعی رائے دریافت کر کے نمٹا لیتے تھے۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھی بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو عدالتوں میں جانے کی بجائے اپنے جھگڑے اسی اصول کے مطابق نمٹاتے ہیں۔

س: علیحدہ قاضیوں کا تقرر کب عمل میں آیا؟

ج: مدینہ منورہ میں قاضی کے فرائض تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سرانجام دیتے تھے تاہم دوسرے علاقوں کے لیے آپؐ نے علیحدہ قاضی

مقرر کیے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا، حضرت عتاب بن السیدؓ کو مکہ مکرمہ کا قاضی اور والی بنایا۔

س: قاضی مقدمات کے فیصلوں کی بنیاد کن اصولوں پہ رکھتے تھے؟

ج: صدرِ اسلام میں اسلام کے عدالتی نظام کی بنیاد قرآن مجید تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے فیصلے تھے۔ اس طرح ہر بعد کے دور کے لیے پہلے دور کے فیصلے نظیر کے طور پر کام دیتے تھے اور جب قرآن مجید یا کسی نظیر میں کسی مقدمے کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوتا تو اس کے فیصلے کی بنیاد اجتہاد پہ رکھی جاتی۔

س: ابتدائی اسلامی زمانے میں عدالتی سزائیں کس طرح دی جاتی تھیں؟

ج: اس زمانے میں نہ تو جیل خانے موجود تھے اور نہ ہی کوڑے مارنے کے لیے جلاد مقرر تھے۔ عدالت شاذونادر ہی بدنی سزا دیتی تھی جسے اب ہم کوڑوں کی سزا سمجھتے ہیں۔ اس کے لیے مجرم کو جوتے یا کھجور کی شاخیں ماری جاتی تھیں۔ مقصد اسے گناہ سے بچانا ہوتا تھا۔ اس کے لیے یہ شرمندگی ہی کافی ہوتی تھی۔ آجکل کی طرح کوڑوں سے کسی کی کھال نہیں ادھیڑی جاتی تھی۔

س: کیا دورِ رسالت کے بعد بھی اسلام کے عدالتی نظام کی یہی صورت مروّج رہی یا اس میں کوئی تبدیلی آ گئی تھی؟

ج: خلافتِ راشدہ میں تقریباً ایسی ہی صورت حالات رہی البتہ مقدمات میں پہلے کی نسبت اضافہ ہو گیا اس لیے ہر شہر میں علیحدہ قاضی مقرر

کیے گئے۔ اموی دور میں بھی اسلامی سادگی کا اثر کچھ نہ کچھ باقی تھا اس لیے عدالتی نظام بھی خلافت راشدہ کی طرح سادہ رہا۔

س: اموی دور کے بعد عباسی دور میں اس میں کیا تبدیلی آئی؟

ج: دراصل عباسی دور میں اسلامی حکومت میں عجمی لوگوں کا اثر و رسوخ زیادہ ہو گیا تھا اس لیے عجمی لوگوں کی طرح عدالتی نظام کو بھی منظم کرنا پڑا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں یہ تبدیلی عمل میں آئی اور جس کے لیے امام ابو حنیفہؒ کے ایک شاگرد امام ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس مقرر کیا گیا۔ اس سے پہلے اسلامی تاریخ میں اس عہدے کا نام نہیں ملتا۔

جہاد

اور مرتبہ شہادت

س: اسلام میں جہاد کا کیا مطلب ہے؟

ج: جہاد کے لفظی معنی "کوشش" کے ہیں اور شریعتِ اسلامی میں اس سے مراد کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے دشمنانِ اسلام سے لڑنا ہے۔

س: جہاد کے بارے میں مسلمانوں کو کیا حکم ہے؟

ج: جہاد کے بارے میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ ہر وقت دشمن کے مقابلے کے لیے تیار رہیں اور جو کچھ قوت ممکن ہو اسے جمع کر کے رکھیں۔

س: قرآن مجید میں جہاد کرنے والے مسلمانوں کی کیا خصوصیت بیان کی گئی ہے؟

ج: اس بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کے راستے میں صف باندھ کر ایسے جنگ کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں"۔

س: دشمنانِ اسلام کے خلاف کب جنگ کرنے کی اجازت ہے؟

ج: اسلام امن و آشتی چاہتا ہے اور صرف اس وقت جنگ کی اجازت دیتا ہے جب خود دشمن اس بارے میں پہل کرے چنانچہ اس صورت میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ تم دشمنانِ اسلام سے جنگ کرو یہاں تک کہ ان کا پھیلایا ہوا فساد مٹ جائے اور دین صرف اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔

س: جہاد کرنے سے مسلمانوں کو کیا حاصل ہوتا ہے؟

ج: جہاد کے ذریعے نہ صرف یہ کہ وہ اپنے ملک کو بچاتے ہیں بلکہ یہ ان کی کامیابی ہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو دشمن انہیں ختم کر دیتا ہے اس لیے ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

المائدہ: ۳۵

ترجمہ: "اے مومنو! تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ"!

س: جہاد کرنے والے مومنوں کو کس نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

ج: انہیں مجاہد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

س: مجاہد جہاد میں کون سے دو مرتبے حاصل کر سکتا ہے؟

ج: اگر وہ جنگ جیت جائے اور زندہ رہے تو اسے غازی کہا جاتا ہے۔ اور اگر اس جنگ میں وہ اپنی جان قربان کر دے تو اسے شہید کہا جاتا ہے۔

س: شہید کے لفظی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

ج: شہید کے لفظی معنی گواہی کے ہیں اور اس سے مراد ایسی ہستی ہے جس نے حق کی گواہی دیتے ہوئے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر دی ہو۔

س: اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کا اس دنیا میں کیا مرتبہ بتایا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جان کی قربانی دینے والے شہید ہمیشہ کیلئے زندہ ہو گئے اس لیے تم انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔"

س: کیا جہاد صرف جنگ میں شمولیت سے ہی ہوتا ہے یا اس کی کوئی دوسری اقسام بھی ہیں؟

ج: جہاد کا اوّلین مرتبہ تو وہی ہے جو مومنوں کو دشمنوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے حاصل ہوتا ہے تاہم جہاد کی دوسری اقسام بھی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی خود میدانِ جنگ میں نہیں جا سکتا تو وہ مجاہدین کی مالی مدد کر سکتا ہے۔

اسی طرح دشمنانِ اسلام کے خلاف قلم سے بھی جہاد ہو سکتا ہے اور

حدیث شریف میں ہے کہ :

"بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ دینا ہے"۔

س : صوفیا کے نزدیک جہاد کی کون سی قسم افضل ہے ؟

ج : صوفیاء کے نزدیک اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا جہاد کی اعلیٰ صورت ہے ۔ وہ اسے جہادِ اکبر کہتے ہیں ۔ جبکہ میدانِ جنگ میں جہاد کرنے کو جہادِ اصغر کہتے ہیں ۔

س : کیا سب مومنوں کو جہاد کا حکم ہے یا ان میں سے کوئی مستثنیٰ بھی ہیں ؟

ج : ضعیف اور بیمار لوگ جہاد سے مستثنیٰ ہیں ۔

تبلیغِ دین

س: تبلیغ کے لفظی معنی کیا ہیں؟

ج: تبلیغ کا مادہ بلغ ہے اور اس کے معنی پہنچانا کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا ہے۔

س: تبلیغِ دین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ آل عمران کی آیت ۱۰۴ میں مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے"

س: مسلمانوں نے اس ارشادِ ربانی پر کس طرح عمل کیا؟

ج: انھوں نے دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی تعلیمات اللہ کے بندوں

تک پہنچایئں اور اس کے نتیجے میں کروڑوں لوگوں نے اسلام قبول کیا اس لیے اسلام کو تبلیغی مذہب کہا جاتا ہے۔

س: اہلِ یورپ مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام تلوار کے ذریعے پھیلایا؟

ج: بہ ضرور ہے کہ تبلیغِ اسلام کے بعض مراحل میں مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لیے تلوار اٹھانی پڑی لیکن مجموعی طور پر اسلام تبلیغ کے زور سے پھیلا۔ تلوار کے ذریعے دیرپا کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی جس کا اہلِ یورپ اب تجربہ کر چکے ہیں۔

س: اس بارے میں اہل یورپ کیا تجربہ کر چکے ہیں؟

ج: اہلِ یورپ نے دو سو سال قبل دنیا کو تلوار کے زور سے فتح کیا اور تمام ممالک میں اپنی زبردست حکومتیں قائم کیں لیکن جب ان ممالک کے باشندے جاگ اٹھے تو انہیں ان ملکوں سے نکل کر واپس جانا پڑا۔

س: اہلِ یورپ تمام عیسائی تھے اور انھوں نے تلوار کے ساتھ ساتھ عیسائی مشنریوں کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ کی بھی کوشش کی لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے؟

ج: دراصل انھوں نے تمام ممالک پر تلوار کے زور سے قبضہ کیا تھا اور تلوار کے سائے میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کی جس کی وجہ سے انھیں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ مسلمان بھی اگر لوگوں کو تلوار کی مدد سے ایسا کرتے تو ان کا بھی یہی حشر ہوتا۔

س: کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے بعض مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

ج: اگر اس الزام میں کوئی حقیقت ہوتی تو اس وقت تمام ہندوستان میں اسلام کا ڈنکا بج رہا ہوتا۔ کم از کم دہلی جہاں مسلمان حکمرانوں کا ہزار سال تک دارالخلافہ رہا، خالص اسلامی شہر ہوتا لیکن جب مسلمانوں کی حکومت ختم ہوئی تو ان کی تعداد ملک کی کُل آبادی کا ایک چوتھائی تھی۔

س: مسلمان آجکل بھی تبلیغ میں مشغول ہیں لیکن انہیں پہلی سی کامیابی کیوں حاصل نہیں ہوتی؟

ج: دراصل تبلیغ کے دو احسن طریقے ہیں جن کا آج کل بہت کم خیال رکھا جاتا ہے:

ایک اخلاقی کشش

دوسرا حکمت و دانائی۔

آجکل جو لوگ اسلام کی تبلیغ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ان دونوں اوصاف سے عاری ہیں بلکہ اس کے برعکس مسلمانوں میں فرقہ بازی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی تبلیغ کے حوصلہ افزا نتائج نہیں سامنے آتے۔

س: بعض دینی جماعتوں نے اس بارے میں بڑے بڑے دعوے کیے ہیں اور انہوں نے یورپ کے بہت سے ممالک میں تبلیغ کے مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ کیا اس کے اچھے نتائج نکل رہے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ انہیں ان کی کوششوں میں کامیاب فرمائے لیکن ان ممالک

سے جو خبریں یہاں تک پہنچتی ہیں وہ کوئی زیادہ خوش گوار نہیں ہیں اور اس ناخوشگواری کی وجہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ جب تک مذکورہ بالا وجوہات کا سدِباب نہیں کیا جاتا، اثر پیدا ہونا ناممکن ہے۔

جنّت اور دوزخ

س: جنت اور دوزخ سے کیا مراد ہے؟

ج: جنت وہ جگہ ہے جو نیک لوگوں کو ان کے اعمال کے بدلے میں قیامت کے دن ملے گی اور دوزخ وہ جگہ ہے جہاں بدکار لوگوں کو ان کے اعمال کے باعث ڈالا جائے گا۔

س: جنت کے بارے میں کیا تفصیلات بیان کی جاتی ہیں؟

ج: اگرچہ اس بارے میں ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ: "یہ وہ جگہ ہے کہ جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اس میں کیا کیا نعمتیں تیار کر رکھی ہیں" تاہم اس کی جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں ان کے مطابق یہ آرام کی جگہ ہوگی اور مومن اس میں اطمینان سے زندگی گزاریں گے۔

س: قرآن مجید میں جنت کے لیے کون سے الفاظ آئے ہیں؟

ج: قرآن مجید میں جنت کا ذکر کئی ناموں سے کیا گیا ہے۔ مثلاً:
جنۃ النعیم ـــــ جنۃ الماویٰ ـــــ عدن ـــــ فردوس ـــــ روضہ ـــــ دارالخلد ـــــ دارالسلام ـــــ دارالمقامہ ـــــ دارالقرار وغیرہ۔

س: جنت کی نعمتوں کے بارے میں قرآن مجید میں کیا ارشادات ہیں؟

ج: ارشادِ ربانی ہے کہ:
"مومنوں کو جنت میں وہ تمام چیزیں ملیں گی جن کی ان کے دل خواہش کریں گے اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی"۔

س: قرآن مجید میں جنت کے دریاؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ کون کون سے دریا ہیں؟

ج: جنت میں چار قسم کے دریاؤں کا ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ ٹھنڈے شیریں پانی کا دریا
۲۔ دودھ کا دریا
۳۔ شہد کا دریا اور
۴۔ پاکیزہ میٹھے مشروب کا دریا

قرآن مجید میں ان دریاؤں کے لیے نہر کا لفظ استعمال کیا گیا جس کے معنی نہر ہی نہیں بلکہ عربی زبان میں اس لفظ "نہر" کے معنی دریا کے ہوتے ہیں۔

س: کہا جاتا ہے کہ جنت میں نیک لوگوں کو بڑی تعداد میں حوریں ملیں گی۔ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

ج: حوروں سے مراد نہایت ہی خوبصورت عورتیں لی جاتی ہے۔ دراصل قرآن مجید میں جو لفظ "حور" استعمال ہوا ہے وہ خود جمع ہے۔ اس کی جمع حوریں بیان کرنا غلط ہے۔ پھر لفظ حور کے دو واحد ہیں:

۱۔ اَحْوَرْ

۲۔ حَوْرَاء

جن میں سے ایک مذکر کے لیے استعمال ہوتا ہے اور دوسرا مؤنث کے لیے۔ ان کے لفظی معنی سفید کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ مخلوق مذکر بھی ہوگی اور مؤنث بھی۔

س: جنت کا مقام حاصل کرنے کے لیے نیک کاموں کے ساتھ اور کیا احتیاط کرنی چاہیے؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا تھا کہ:
"جس شخص نے میری خاطر دو چیزوں کی حفاظت کی میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ ایک زبان کی حفاظت اور دوسری عصمت کی حفاظت۔

س: دوزخ کی خوف ناکی کو کن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے؟

ج: اس سلسلے میں مثالوں سے وضاحت کی گئی ہے کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک دھونکا گیا تو اس کی آگ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار

سال مزید دھونکا گیا تو اس کی آگ سفید ہو گئی۔ پھر ایک ہزار سال دھونکا گیا تو اس کی سیاہ ہو گئی۔ چنانچہ دوزخ اب سیاہ اندھیرے والی جگہ کا نام ہے۔

س: کن لوگوں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟

ج: سورت النساء میں ہے کہ:

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو توڑے گا تو اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

س: قرآن مجید میں دوزخیوں کی مہمانی کی کیا مثالیں دی گئی ہیں؟

ج: سورۃ الواقعہ میں ان کی خوراک کی تفصیل دی گئی ہے کہ:

"ان کی غذا پگھلے ہوئے تانبے جیسا کہ زقوم کا درخت ہے جیسی ہو گی۔ وہ پیٹوں میں گرم پانی کی طرح کھولے گا۔ پھر اس کے اوپر کھولتا ہوا پانی پئیں گے جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔

س: دوزخ میں اہلِ دوزخ کی زندگی کا قرآن مجید میں کن الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے؟

ج: سورۃ طٰہٰ میں ہے کہ:

"لا یموت فیھا ولا یحییٰ"

"نہ تو انسان مر سکے گا اور نہ ہی زندہ رہ سکے گا"۔

س: دوزخی دوزخ کے عذاب سے بھاگنا چاہیں گے تو ان سے کیا سلوک کیا جائے گا؟

ج: انہیں پھر دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ وہ دوزخ کا عذاب چکھیں۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ سے بچنے کے لیے کیا دعا فرماتے تھے؟

ج: آپؐ اس مطلب کے لیے اکثر یہ دعا فرماتے تھے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار

ترجمہ: "اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں بھی اچھی طرح رکھ اور آخرت میں بھی اچھی طرح رکھ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

س: ہمارے بعض علما جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب کو حقیقی سمجھنے کی بجائے مثالی قرار دیتے ہیں۔ وہ ان کی کیا حقیقت بیان کرتے ہیں؟

ج: صوفیاء کے شیخ الاعظم شیخ محی الدین ابن عربی نے تو سرے سے دوزخ کے عذاب کا انکار کیا ہے جبکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اسے تمثیلی قرار دیا ہے۔

س: تمثیلی عذاب سے کیا مراد ہے؟

ج: اسے شاہ صاحبؒ نے ایک ایسے آدمی کی مثال سے سمجھایا ہے کہ جسے خواب میں سانپ ڈس جائے اور وہ نیند ہی میں اس کی تکلیف محسوس کرتا رہتا ہے۔ جب نیند سے اٹھتا ہے تو بھی اس کے اثرات محسوس کرتا ہے حالانکہ حقیقت میں اسے کسی سانپ نے نہیں ڈسا اور ایسی ہی مثالیں جنت کی نعمتوں کی بیان فرمائی ہیں۔

اجتہاد

س: اجتہاد کے لفظی معنی کیا ہیں اور شرعی اصطلاح میں اس سے کیا مراد ہے؟

ج: اجتہاد کے لفظی معنی کوشش کے ہیں۔

شریعتِ اسلامی میں اس سے مراد ایسی کوشش ہے کہ جس کے ذریعے کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں شرعی حکم مرتب کرنا ہو جس کا ذکر قرآن اور حدیث میں نہ ہو۔

س: اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے اجتہاد کا لفظ کس نے استعمال کیا تھا؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا تو انھوں نے اجتہاد کا لفظ استعمال کیا تھا۔

س: انھوں نے کس حوالے سے اجتہاد کا لفظ استعمال کیا تھا؟

ج: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ وہ مقدمات کا فیصلہ کس طرح کریں گے تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ اس بارے میں پہلے وہ قرآن مجید کو دیکھیں گے۔ اگر وہاں اس کا حل مل گیا تو ٹھیک ورنہ وہ حدیث کو دیکھیں گے اور اگر حدیث میں بھی اس کا حل نہ ہوا تو پھر وہ اجتہاد کریں گے۔

س: اجتہاد کس طرح کیا جاتا ہے؟

ج: قرآن و سنت کی تعلیمات اور پہلے سے ملتے جلتے مسائل پہ قیاس کر کے رائے قائم کرنا۔ فقہاء نے اسی اصول کے مطابق فقہ کو مرتب کیا۔ اسلیے انہیں مجتہد بھی کہا جاتا ہے۔

س: شریعتِ اسلامی میں مجتہد میں کونسی صفات پائی جانی لازمی ہیں؟

ج: اسے قرآن و سنت پہ کامل عبور ہو؛
اپنے سے پہلے کیے گئے علماء کے فیصلوں کا پوری طرح علم ہو؛
فقہاء نے اجتہاد کے لیے جو اصول مقرر کیے ہیں ان کے اندر رہ کر اجتہاد کر سکتا ہے۔

س: کہا جاتا ہے کہ آجکل اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

ج: دراصل یہ غلط فہمی اجتہاد کا دائرہ کار اچھی طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں مسلمان فقہاء نے

اجتہاد کر کے فقہ مرتب کر دی تھی جس کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔

س: تو اس سے کیا سمجھا جائے کہ آج بھی اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے؟

ج: دراصل اسلام ایک عملی مذہب اور دین ہے۔ اگر یہ عملاً نافذ ہو تو پھر مذکورہ بالا غلط فہمیاں پیدا نہیں ہو سکتیں۔ اجتہاد کا تعلق مسائل سے ہے۔ ایسے مسائل جن کا ذکر مدوّن فقہ میں نہ ہو گا ان کے بارے میں اجتہاد ہو سکتا ہے اور مختلف زمانوں کے مسلمان علماء ایسا کرتے بھی رہے ہیں۔

س: کیا ایسے اجتہاد کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟

ج: جی ہاں۔ مثلاً پچھلی صدی میں اسلامی ملکوں میں تمباکو نوشی کا رواج ہوا تو اس بارے میں فقہ کی کتابوں میں کوئی حکم موجود نہ تھا۔ تاہم مختلف اسلامی ممالک کے علماء اور فقہاء نے اسلامی قانون کے نظائر کو سامنے رکھ کر اسے حرام قرار دے دیا۔

س: کیا ان علماء کا اس بارے میں کوئی اختلاف ہوا تھا؟

ج: نہیں۔ تمام علماء نے اسے متفقہ طور پر حرام قرار دے دیا تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آج ان کے اس فتویٰ کا احترام نہیں کیا جاتا۔

س: جب مسلمان فقہاء ہر دور میں اجتہاد کرتے رہے ہیں تو یہ کس بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ اسلام میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے؟

ج: دراصل کچھ اہلِ علم اپنا علمی رعب قائم کرنے کے لیے اس قسم کا دعویٰ

کرتے ہیں اور ساتھ ہی تجویز کرتے ہیں کہ اس دروازے کو کھول دیا جائے۔

س: اس بارے میں غلط فہمی کو کس طرح دور کیا جائے؟

ج: اس بارے میں غلط فہمی کو اسلامی قانون کے نفاذ کے ذریعے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ نفاذ کے بعد اگر کوئی اسلامی قانون زمانے کے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکے گا تو اس میں خود بخود تبدیلیاں ہوتی جائیں گی!

اسلام اور توہم پرستی

س: توہم پرستی سے کیا مراد ہے؟
ج: توہم پرستی سے مراد کسی ایسی چیز کو حقیقت سمجھنے لگ جانا ہے جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔
س: کیا اسلام میں توہم پرستی کی گنجائش ہے؟
ج: اسلام دینِ فطرت اور دینِ حق ہے۔ اس کی ہر تعلیم حقیقتِ ثانیہ ہے ایسے دین میں کسی قسم کی توہم پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
س: اگر اسلام میں توہم پرستی کی گنجائش نہیں تو مسلمانوں میں اس کا کیسے رواج ہوا؟
ج: مسلمان معاشرے میں توہم پرستی کا دو طریقوں سے رواج ہوا — ایک تو غیر مسلموں کے ساتھ میل جول کے ساتھ — دوسرے دم کرانے

اور جھاڑ پھونک کے رواج سے۔

س: کیا اسلام میں جھاڑ پھونک اور دم کرانے کی اجازت نہیں۔ ہمارے ہاں تو مساجد کے ائمہ نے اسے ایک پیشے کی طرح اختیار کر رکھا ہے اور اس کام کی وہ باقاعدہ فیس وصول کرتے ہیں؟

ج: اسی بناء پر تو مسلمانوں میں توہم پرستی کا رواج ہوا وگرنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک اور دم کرانے سے منع فرمایا ہے۔ حالانکہ زمانۂ جاہلیت میں ان چیزوں کا رواج زوروں پر تھا اور ان کی وجہ سے توہم پرستی بھی اپنے عروج پر تھی۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے اس رواج کو کس طرح ختم کیا؟

ج: پہلے تو آپؐ نے فرمایا کہ جنت میں ایسے لوگوں کی کثیر تعداد داخل ہو گی، جنہوں نے کبھی دم یا جھاڑ پھونک نہ کرایا ہو گا۔ بعد میں آپؐ نے واضح الفاظ میں یہ اعلان فرما دیا:

إِنَّ الرُّقَى وَالتِّوَلَةَ وَالتَّمَائِمَ شِرْكٌ

ترجمہ: "بے شک دم کرانا، جھاڑ پھونک اور تعویذ لٹکانا شرک ہے"۔

س: ہمارے ہاں جو مختلف توہمات رواج پا چکے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر پاؤں کے تلووں میں خارش ہو یا جوتے پر جوتا چڑھ جائے تو سفر در پیش آتا ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

ج: اس توہم کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے کوئی پیش کیا

ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ اچھے پڑھے لوگ اس پہ یقین رکھتے ہیں۔

س: دوسرا اہم وہم یہ ہے کہ جب کبھی کوّا کسی کی منڈیر پہ بیٹھ کر زور زور سے کائیں کائیں کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس گھر میں مہمان آئیں گے؟

ج: ان توہمات کا دراصل ہندو قوم میں رواج تھا۔ وہاں سے مسلمانوں نے انہیں اپنا لیا۔ اسلامی تعلیمات میں ان کی گنجائش تو کجا اشارہ تک نہیں ملتا۔

س: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی گھر میں رات کو بلّیاں زور زور سے روئیں تو اس گھر والوں کو نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کیا اس کی کوئی اسلامی اصل ہے؟

ج: جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اسلام حقائق پر مبنی مذہب ہے۔ اس میں اس قسم کے توہمات کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوسرے توہمات کی طرح یہ وہم بھی غلط ہے۔

اسلامی مہینے

س: اسلامی مہینوں کے نام کون کون سے ہیں؟

ج: بارہ اسلامی مہینوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ محرم الحرام
۲۔ صفر المظفر
۳۔ ربیع الاوّل
۴۔ ربیع الثانی
۵۔ جمادی الاوّل
۶۔ جمادی الثانی
۷۔ رجب المرجب
۸۔ شعبان المعظم
۹۔ رمضان المبارک
۱۰۔ شوال
۱۱۔ ذوالقعدہ
۱۲۔ ذوالحج

س: اسلامی سال کس مہینے سے شروع ہوتا ہے اور کس مہینے پر ختم ہوتا ہے؟

ج: یہ محرم سے شروع ہوتا ہے اور ذوالحج پر ختم ہوتا ہے۔

س: اسلامی مہینے مختلف موسموں میں کیوں آتے ہیں؟

ج: اسلامی مہینوں کا شمار قمری سال سے کیا جاتا ہے جو شمسی سال کی نسبت دس دن چھوٹا ہوتا ہے۔ اس طرح اسلامی سال کم ہوتے ہوتے تینتیس سال کے بعد دوبارہ آجاتا ہے۔

س: قمری سال اختیار کرنے میں کیا حکمت تھی؟

ج: دراصل اسلام نے عبادت کے مقاصد کے لیے قمری سال اختیار کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام نے ساری دنیا کا مذہب بننا تھا اس لیے مختلف ممالک کے لوگ، مختلف موسموں کے مطابق اسلامی عبادات ادا کر سکیں۔

س: اگر عبادات کے لیے شمسی سال اختیار کیا جاتا تو کیا خرابی لازم آتی؟

ج: اس خرابی کی وضاحت اس مثال سے ہوگی۔ مثلاً اگر شمسی سال منتخب کیا جاتا تو ساری دنیا میں ہمیشہ ایک ہی مہینے میں روزے رکھنے ہوتے یعنی اگر اس اسلامی قانون کے مطابق ہمارے روزے موسم گرما میں ہوتے پھر ہمیشہ کے لیے اسی موسم میں روزے رکھنے ہوتے جو ایک مشکل کام ہوتا۔ اب یہ روزے مختلف سالوں میں سال کے مختلف موسموں میں آتے اور رکھے جاتے ہیں۔ اس لیے کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا۔

س: قرآن مجید میں چار مہینوں کو حرمت والے مہینے قرار دیا گیا ہے۔ وہ

کون سے مہینے ہیں اور حرمت سے کیا مراد ہے؟

ج: حرمت والے مہینے یہ ہیں:

۱۔ محرم الحرام

۲۔ رجب المرجب

۳۔ ذوالقعدہ

۴۔ ذوالحجہ

انہیں حرمت والے مہینے اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے عرب میں لڑائیاں بند ہو جایا کرتی تھیں۔

س: اسلامی کیلنڈر کی ابتداء کس زمانے سے ہوئی؟

ج: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب مسلمانوں نے دفاتر قائم کیے اور حساب کتاب کے لیے سالوں کے تعین کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے صحابہؓ کے مشورے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو ہجرت کر جانے کے واقعہ سے اسلامی کیلنڈر کی ابتدا کی۔ اسی لیے اسلامی کیلنڈر ہجری کیلنڈر کہلاتا ہے۔

س: کیا اس سے پہلے عرب لوگ سالوں کا حساب نہیں رکھتے تھے؟

ج: وہ اس سے پہلے واقعات کا شمار عام الفیل کے مشہور واقعے سے کرتے تھے جب ابرہہ نامی شخص نے خانہ کعبہ پر ہاتھیوں سے حملہ کیا تھا۔

س: کیا ہمارے ہاں کے دنوں کے نام اسلامی ہیں یا اسلامی نام ان سے مختلف ہیں؟

ج: ہمارے ہاں ہندوستان میں استعمال ہونے والے نام اختیار کیے گئے ہیں یہ عربی نام ان سے مختلف ہیں۔

س: عربی نام کون کون سے ہیں؟

ج: عربی نام درج ذیل ہیں

١۔ يَوْمُ الْجُمُعَةِ	جمعہ
٢۔ يَوْمُ السَّبْتِ	ہفتہ
٣۔ يَوْمُ الْأَحَدِ	اتوار
٤۔ يَوْمُ الْاَثنين	پیر
٥۔ يَوْمُ الثُّلَاثَةِ	منگل
٦۔ يَوْمُ الْأَرْبَعَاءُ	بدھ
٧۔ يَوْمُ الْخَمِيس	جمعرات

س: اسلامی کیلنڈر میں ربیع الاوّل کو کیا خاص اہمیت حاصل ہے؟

ج: اس مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

س: رمضان المبارک کے مہینے میں مسلمان روزے رکھتے ہیں۔ اسے شہر الصبر کیوں کہتے ہیں؟

ج: روزہ رکھنے سے انسان میں صبر کی عادت پیدا ہوتی ہے اس لیے اسے شہر الصبر کہا جاتا ہے۔

اسلامی تہوار

س: اسلام میں سب سے اہم تہوار کون سے ہیں؟

ج: اسلام میں سب سے اہم تہوار عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ہیں۔ ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے دوسرے تہوار ہیں جنہیں مسلمان اپنی صوابدید کے مطابق مناتے ہیں۔

س: عیدالفطر کب منائی جاتی ہے؟

ج: عیدالفطر رمضان المبارک کے مہینے کے خاتمے پر منائی جاتی ہے۔ چونکہ روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید اسی مہینے نازل ہوا تھا، اس حوالے سے عیدالفطر کو جشنِ نزولِ قرآن بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دن اس پاک کتاب کے نازل ہونے کی خوشی میں منایا جاتا ہے۔

س: عیدالاضحیٰ کب منائی جاتی ہے؟

ج: عیدالاضحیٰ ذوالحج کی دسویں تاریخ کو منائی جاتی ہے اور صاحبِ حیثیت مسلمان اس دن جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور اس طرح سنّتِ ابراہیمیؑ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

س: وہ کیا سنتِ ابراہیمیؑ تھی جس کے حوالے سے مسلمان اس دن جانوروں کی قربانی کرتے ہیں؟

ج: قرآن مجید میں آیا ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ انہوں نے اسے اللہ کی جانب سے آزمائش کا اشارہ سمجھا اور اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے لے گئے۔

س: تو کیا انھوں نے اپنا بیٹا قربان کر دیا تھا؟

ج: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بجائے مینڈھے کی قربانی کا حکم دیا اور آج اسی قربانی کی یاد میں مسلمان جانوروں کی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔

س: اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے مسلمان کیا کرتے ہیں؟

ج: اس دن مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں جنھیں عیدین کی نماز بھی کہتے ہیں کیونکہ دونوں عیدوں پہ ایک ہی نماز ادا کی جاتی ہے۔

س: نمازِ عید کی کیفیت کیا ہے؟

ج: اس مقصد کے لیے نماز کی دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ نماز سنت ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے یعنی ضروری۔

س: دوسری نمازوں کے مقابلے میں ان نمازوں میں کیا فرق ہوتا ہے؟

ج: ان نمازوں میں عام نمازوں کی نسبت چھ تکبیریں زیادہ ہوتی ہیں۔ تین پہلی رکعت کے شروع کرتے وقت اور تین دوسری رکعت کے ختم کرتے وقت۔

س: عیدین کی نماز کا خطبہ نماز سے پہلے ہوتا ہے یا بعد میں؟

ج: یہ خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔

س: ان دو عیدوں کے علاوہ دوسری کون سی تقریبات مسلمان شوق اور محبت سے مناتے ہیں۔

س: عیدین کے علاوہ میلاد النبیؐ، معراج النبیؐ اور شب برات کے مواقع پر عیدین جیسی تقریبات مناتے ہیں۔
اہلِ تشیع عاشورہ محرم منا کر امام حسینؓ کی قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

س: عید میلاد النبیؐ کب منائی جاتی ہے؟

ج: ہمارے ہاں یہ عید ۱۲۔ ربیع الاول کو منائی جاتی ہے۔ اگرچہ اب یہ تحقیق ہو چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ۹۔ ربیع الاول کو ہوئی تھی لیکن ابھی تک پرانی تاریخ کو بدلا نہیں گیا۔

س: معراج النبیؐ کی تقریب کب منائی جاتی ہے؟

ج : یہ تقریب رجب کی ۲۷ تاریخ کو منائی جاتی ہے کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق سے ملنے آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔

س: شب برات کی تقریب کب منائی جاتی ہے ؟

ج : یہ رات ماہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ تاہم بعض علماء کا اصرار ہے کہ اسلام میں اس کی کوئی سند نہیں لیکن اس کے باوجود یہ رات بڑی شان و شوکت سے منائی جاتی ہے۔ اس رات چراغاں کیا جاتا ہے اور آتش بازی کے مظاہرے ہوتے ہیں۔

س : کیا اسلام میں آتش بازی کے مظاہرے جائز ہیں؟

ج: اسلام میں آتش بازی کے مظاہرے جائز نہیں اس لیے تمام علماء نے اس کے بارے میں فتویٰ دے رکھا ہے کہ یہ بدعت ہے اسے ترک کر دینا چاہیے لیکن آج علماء کی بات کون سنتا ہے!

اسلامی دعائیں

س: اسلام میں دعا کو کیوں اہمیت دی جاتی ہے؟

ج: دعا سے انسان میں فخر و غرور ختم ہو کر عاجزی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح مختلف مواقع پر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنے کی ترغیب دی؟

ج: آپؐ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ کوئی چیز قابلِ قبول نہیں۔ یہاں تک کہ دعا قضا کو بدل دیتی ہے۔

س: دعا کے بارے میں ارشادِ ربانی کیا ہے؟

ج: دعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

"جب تم مجھ سے دعا مانگو گے میں قبول کروں گا۔ (اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

"جب کوئی مجھ سے دعا مانگتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں"۔

س: صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرنے کے بارے میں کیا تلقین فرمائی تھی؟

ج: آپؐ نے صحابہؓ کرام کو تلقین فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں کمی نہ کیا کرو کیونکہ دعا کرتے رہنے کی وجہ سے کوئی شخص کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوتا۔

س: کہا جاتا ہے کہ دعا کرنے سے انسان کی عمر بڑھ جاتی ہے۔ کیا یہ بات حقیقت پر مبنی ہے؟

ج: جی ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"دعا نیکی ہے اور نیکی کے سوا کوئی چیز عمر کو نہیں بڑھا سکتی"۔

س: کیا دعا مانگنے کے لیے کوئی وقت مقرر ہے؟

ج: دعا کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ انسان جب چاہے دعا مانگ سکتا ہے۔ تاہم فرض نماز کے بعد دعا مانگی جائے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے چاہے ہم بظاہر اس کے اثرات محسوس نہ کر سکیں۔

س: مصیبت کے وقت کون سی دعا مانگنی چاہیے؟

ج: مصیبت کے وقت یہ دعا مانگنی چاہیے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ۔

ترجمہ: "اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں"۔

س: مومن کسی دوسرے کی مصیبت دیکھے تو کیا کہے؟

ج: اس وقت یہ مختصر دعا مانگنی چاہیے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

"ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں"۔

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غربت سے بچنے کے لیے کیا دعا مانگا کرتے تھے؟

ج: آپؐ اس کے لیے یہ مختصر دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جُھْدِ الْبَلَاءِ

"اے اللہ! میں تجھ سے مصیبت کی سختی سے پناہ چاہتا ہوں"۔

جب آپؐ سے مصیبت کی سختی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

قلۃ المال و کثرۃ العیال

"مال کی قلت اور اولاد کی کثرت"۔

س: دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لیے آپؐ نے مومنوں کو کون سی دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی؟

ج: اس مطلب کے لیے آپؐ نے یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَقِنَا عَذَابَ الْقَبْرِ۔

ترجمہ: "اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں بھی اچھی طرح رکھ اور

آخرت میں بھی اور ہمیں آگ اور قبر کے عذاب سے بچا"۔

آپ اس دعا کو فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے اور مسلمان بھی اب ایسا ہی کرتے ہیں۔

س: آپؐ نمازِ جنازہ میں میت کی بخشش کے لیے کیا دعا پڑھتے تھے؟

ج: آپؐ نے بھی یہ دعا پڑھی اور آپؐ کی پیروی میں مسلمان بھی نمازِ جنازہ میں میت کی بخشش کے لیے یہ دعا پڑھتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا۔ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔

ترجمہ: "اے باری تعالیٰ! ہمارے ہر زندہ اور ہر متوفی کو بخش دے۔ اور ہمارے ہر حاضر اور غیر حاضر، ہمارے ہر چھوٹے اور بڑے کو بخش دے اور ہمارے ہر مرد اور ہر عورت کو بخش دے۔ اے میرے اللہ! تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے تو اسے اسلام پہ زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے موت دے تو اسے ایمان پر موت دے"۔

س: یہ دعا کب پڑھی جاتی ہے؟

ج: یہ دعا نمازِ جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد بھی پڑھی جاتی ہے اور ویسے بھی میت کے لیے جو دعا کی جائے اس میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔

مذہبی القاب

س: اسلام میں کون کون سے مذہبی القاب ہیں اور وہ کن موقعوں پر استعمال ہوتے ہیں؟

ج: اسلام میں عیسائیت کی طرح کوئی عہدے نہیں، اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب مسلمان برابر ہیں اس لیے کوئی مذہبی لقب استعمال نہیں کیا جاتا

س: ہمارے بزرگوں کے ناموں کے ساتھ جو مذہبی القاب استعمال کیے جاتے ہیں اسلام میں ان کی کیا حیثیت ہے؟

ج: جب بزرگوں کے ساتھ یہ القاب استعمال کیے جاتے ہیں خود انہوں نے ان کے استعمال کو ناپسند کیا تھا۔ مثلاً آئمہ حدیث میں امام نووی کا مرتبہ بڑا بلند ہے انہوں نے اپنی عمر کا ایک ایک سانس اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ کی ان دینی خدمات کی وجہ سے جب آپ کے شاگردوں اور آپ کے زمانے کے دوسرے علماء نے آپ کو "محی الدین" کے لقب سے پکارا تو آپ سخت ناراض ہوئے حالانکہ یہ لقب جس کے معنی دین کو زندہ کرنے والے کے ہیں حقیقت کے مطابق تھا، لیکن آپ نے اس کے استعمال کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے اعلان کر دیا تھا کہ جو بھی انہیں اس لقب سے پکارے گا، وہ اسے اپنا دشمن سمجھیں گے۔

س: اگر اسلامی معاشرے میں مذہبی القاب کی کوئی گنجائش نہیں تو پھر ان کا رواج کس طرح ہوا۔

ج : شروع شروع میں اسلامی حکومت تھی۔ بعد میں بادشاہوں نے اسلامی حکومت پر قبضہ کر لیا اور انہوں نے اسلامی معاشرے میں کئی نئی باتوں کا رواج دیا، جن کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں تھا وہ اپنے درباریوں کو جن میں علماء بھی شامل ہوتے تھے، خوش کرنے کے لیے دنیاوی اور مذہبی القاب سے نوازتے تھے، جس سے ان القاب کا رواج ہو گیا۔

س : ائمۂ دین نے اسلامی معاشرے کو ان القاب سے پاک کرنے کے لیے کیا اقدامات اٹھائے تھے؟

ج : امام نوویؒ، جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اس بارے میں اپنے شاگردوں کو تلقین فرمائی کہ پہلے اس بارے میں لوگوں کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ یہ چیزیں اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، اور اگر اس کے باوجود لوگ انہیں مذہبی القاب سے پکاریں تو ان کی باتوں کا جواب ہی نہیں دینا چاہیے۔

س : رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کے لیے جو 'حضرت' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے کیا یہ کوئی مذہبی لقب ہے؟

ج : رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کے ساتھ 'حضرت' کا جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ کوئی مذہبی لقب نہیں، لیکن چونکہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ امتِ مسلمہ کی برگزیدہ ہستیاں تھیں اس لیے ان اسمائے مبارک کو امتِ مسلمہ کے دوسرے لوگوں سے ممتاز کرنے کے لیے اور ان کے بلند مقام کی طرف اشارہ کرنے کے لیے یہ لفظ لکھا اور بولا جاتا ہے

س : آج کل بعض علماء کے ناموں کے ساتھ بھی 'حضرت' کا لفظ استعمال

کیا جاتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج: چونکہ امتِ مسلمہ کا اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے کہ 'حضرت' کا لفظ رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کے لیے بولا جائے تو اُمت کے دوسرے لوگوں کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں۔

س: بعض فرقے تو لفظ حضرت کے استعمال میں بھی اضافہ کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلعم کے لیے تو 'حضرت' کا لفظ استعمال کرتے ہیں لیکن اپنے فرقوں کے بانیوں کے لیے 'اعلیٰ حضرت' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج: ایسا کرنا بالکل جائز نہیں۔ اگر امّت کے کسی فرد کے لیے رسول اللہ صلعم کے لقب سے بھی بڑا لقب استعمال کیا جائے گا تو اس سے آپؐ کے مرتبے کے کمتر ہونے کا تاثر ملے گا۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں، انہیں فوراً اپنی اصلاح کر لینی چاہیے اور انہیں خیال رکھنا چاہیے کہ ان القاب کے استعمال سے حضرت صلعم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کا پہلو بھی نہ ہو۔

س: ہمارے علماء کے ساتھ عام طور پر 'مولوی' اور 'مولانا' کے القاب استعمال کیے جاتے ہیں کیا یہ القاب استعمال کرنے میں کوئی حرج تو نہیں؟

ج: 'مولوی' کا لقب استعمال کرنے میں تو کوئی حرج نہیں، البتہ 'مولانا' کے لقب کے استعمال میں احتیاط کی ضرورت ہے اور وہ اس لیے کہ قرآن مجید میں یہ لفظ دو مقامات پر آیا ہے اور دونوں مقامات پر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے استعمال ہوا ہے۔

س: 'مولانا' کے لفظی معنی کیا ہیں؟

ج : مولانا کے لفظی معنی تو 'ہمارے آقا' کے ہیں، لیکن چونکہ یہ لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اور دینی اور مذہبی لوگوں کے لیے اس کے استعمال میں دینی تقدس کا اظہار بھی ہوتا ہے اس لیے اس کے استعمال سے احتراز کرنا بہتر ہے۔ علماء کے لیے ایسے القاب استعمال ہونے چاہئیں کہ ان میں ان کے علمی مرتبے کا اظہار ہو، نہ کہ وہ ملت مسلمہ کے آقا بن جائیں۔

س: لفظ مولوی کے کیا معنی ہیں اور کیا اس کے استعمال میں بھی کوئی حرج کی بات ہے؟

ج : عربی میں مولی کے معنی 'آقا' کے ہیں اور اس لفظ میں آقا کی طرف نسبت ہے یعنی آقا والے لوگ، تو اس لفظ میں چونکہ مذہبی بڑائی نہیں پائی جاتی اس لیے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

س: ہمارے ہاں جو لوگ حج کا فریضہ ادا کر کے آتے ہیں، وہ اپنے ناموں کے ساتھ 'الحاج' یا حاجی کا لفظ بڑے التزام سے لکھتے ہیں۔ کیا ان کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

ج : ان لوگوں کا اپنے نام کے ساتھ حاجی یا الحاج لکھنا ایسا ہے جیسا کہ پانچ وقت کا نمازی اپنے نام کے ساتھ 'صلاتی' لکھنا شروع کر دے۔ اور چونکہ 'صلاتی' کا استعمال مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے اس لیے امت مسلمہ میں سے کسی ایک فرد نے بھی اپنے نام کے ساتھ یہ لقب استعمال نہیں کیا۔ حالانکہ نماز کی ادائیگی حج سے زیادہ مشکل کام ہے۔ اس پر حاجی اور الحاج کے الفاظ کے استعمال کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔